ابوذر غفاری

۵۸۴۴

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برّ صغیر
maablib.com

مرزا محمد جعفر

مکتبۃ العلوم
کراچی

ابوذر غفاری

MAAB 1431
maablib.com

از

مرزا محمد جعفر

MAAB 1431
maablib.com

نام کتاب .... ابوذر غفاری

مؤلف .... مرزا محمد جعفر

ناشر .... سمن زاد پبلکیشنز
نیو ٹاؤن۔ کراچی

قیمت ۲-۵۰

مطبوعہ .... باب الاسلام پرنٹنگ پریس کراچی

maablib.com

فہرست

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱	تاریخ پیدائش ووفات	۱۸
۲	مدت عمر	۱۹
۳	وہ کون تھا؟	۲۰
۴	شبہائے امید	۲۳
۵	عہدِ نو	۲۹
۶	"از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم"	۳۴
۷	انیس	۳۷
۸	ماں بیٹے	۴۰
۹	جذبۂ تبلیغ	۴۳
۱۰	ابوذر اور خفاف	۵۰
۱۱	سردار قبیلہ کا تفکر	۵۳
۱۲	نظریاتی انقلاب	۶۶

maablib.com

فہرست

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱۳	راہِ محبت	۷۲
۱۴	شاندار مستقبل کا تصوّر	۷۶
۱۵	اندھیرا چھا گیا	۸۱
۱۶	جراَتِ حق	۸۸
۱۷	"ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ"	۹۹
۱۸	"مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں"	۱۰۶
۱۹	"بنا لیتا ہے موجِ خونِ دل سے اک چمن اپنا"	۱۱۹
۲۰	راہِ وفا میں گرتی گئی جو لہو کی بوند	۱۲۷
۲۱	وسعتِ علم	۱۵۴
۲۲	واضح نظریہ	۱۵۷
۲۳	ذخیرہ اندوزی	۱۵۹
۲۴	اضطرار	۱۶۲
۲۵	مایوس و مضطر	۱۶۷
۲۶	عالم بے کمال	۱۶۹
۲۷	قبولِ علم	۱۸۶

انتساب

ابوذر غفاری کی زندگی کے حالات کا یہ مختصر ہدیہ بارگاہ ایزدی میں پیش کرتے ہوئے دست بدعا ہوں کہ میری اس ناقص کوشش کا ثواب پروردگار کریم میرے عزیز دوست صابر تھارپانی کے والد ماجد جناب مہر علی تھارپانی مرحوم کو اپنے خزانۂ رحمت سے عطا فرمائے آمین

مرزا محمد جعفر

maablib.com

حرفِ اوّل

ماضی کی ظلمتوں میں چند شخصیتیں ضیا بار ہو کر شب تاریک جہل و ظلم کو دن بنا رہی ہیں ان ہی صفِ اوّل کے درخشندہ ستاروں میں ابوذر غفاری میرِ کارواں ہیں جنھوں نے اپنے قول و فعل سے حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت کی۔ نہ صرف یہ بلکہ آج کے اہلِ زر حضرات کو جو ذہنی پریشانی لاحق ہے اس کا پسندیدہ اور مفید علاج بھی ابوذر کے نظریات و افکار پر عمل پیرا ہونے سے ممکن ہے ان کی زندگی ہر صاحبِ فہم کے لئے سبق آموز ہے۔ کاش! امتِ مسلمہ ابوذر کے کردار کو سمجھنے کی سعی فرمائے۔

ابوذر غفاری کے نظریات و افکار آج کی دنیا کے لئے

ایک شدید "ضرورت" کے مانند ہیں۔ کیا دنیا اپنی ہی ضرورت سے رُوگردانی اختیار کرے گی؟

مجھے یقینِ کامل ہے کہ اگر ابوذر غفاری کے کردار و اقوال کا غائر مطالعہ کیا جائے تو جس معاشی فلاحی نظام کے لئے دنیا بے قرار ہے اور جس نظام کو حقیقی معنوں میں اسلام کا معاشی نظام کہا جاسکتا ہے ابوذر کی زندگی اسی منزلِ مقصود کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔

یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے اس کتاب کے لکھنے میں میرے عزیز دوست صابر تھاریانی نے میرے ساتھ بیٹھ کر جو زحمت فرمائی ہے اس کو اگر میں اس موقع پر یاد نہ کروں تو یہ احسان فراموشی ہوگی۔

مرزا محمد جعفر
۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۶۹ء
ڈرگ کالونی۔ کراچی $\frac{5}{1326}$

mutablib.com

"مکّے میں اس وقت مسلمانوں کی کل تعداد پانچ تھی۔
جن میں پانچویں حضرت ابوذر تھے"۔

(سوانح ابوذر غفاری ص ۴۷ از علامہ مناظر احسن گیلانی)

وَفِیٓ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

(القرآن)

maablib.com

والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا
وانابوآ الی اللہ لھم البشریٰ فبشر عباد (۱۷)
الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ
اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولئک
ھم اولوا الالباب (۱۸)

(الزمر)

اور جو لوگ بتوں سے ان کے پوجنے سے بچے رہے اور خدا ہی کی طرف رجوع کی ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے (اے رسول) تم میرے خاص بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس پر سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ وہ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔

(قرآن کریم) سورۂ زمر آیت ۱۷ و ۱۸

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ یہ دونوں آیتیں تین شخصوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ (۱) زید بن عمرو بن نفیل (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی۔ اور ابن مردویہ نے بروایت ابن عمرؓ زید بن عمرو کی جگہ سعید بن زید کو لکھا ہے۔ کیونکہ

یہ حضرت رسالتمآب کی بعثت سے قبل بھی خدائے واحد کے مقر اور بتوں کے پوجنے سے متنفر تھے۔

تفسیر در منثور ج ۵ صہ ۳۲۵

مطبوعہ مصر

برحاشیہ قرآن کریم مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم

صہ ۴۳۲

ان الذین آمنو وعملوا الصالحت کانت لہم جنات الفردوس منزلاً

(قرآن کریم)

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ابوذر۔ مقداد۔ اور سلمان، اور عمار کی شان میں نازل ہوئی"۔

(حیات القلوب ج ۲ صہ ۹۶۶)

"امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے دس درجے ہیں، مقداد آٹھویں پر، ابوذر نویں پر، اور سلمان دس پر فائز تھے"۔

(نفس الرحمٰن صہ ۵۳)

"خدا کے رسول نے سلمان کو ابوذر کا اور علی کو اپنا بھائی قرار دیا تھا"۔

(تاریخ خمیس ج ۱ صہ ۳۹۸)

"خدا کے رسول نے سلمان اور ابوذر کے درمیان مواخات قرار دی اور ابوذر سے فرمایا کہ سلمان کی مخالفت نہ کریں۔"

ابوذر غفاری ص۸۶ بحوالہ اصول کافی

(از علامہ سبیتی)

خدا کے رسول نے ارشاد فرمایا "مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے چار اصحاب کو دوست رکھوں علی ابن ابی طالب کو سلمان کو ابوذر کو اور مقداد کو، اور خدا بھی ان چاروں کو دوست رکھتا ہے"۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۷۲)

(تفسیر عیاشی)

(طبقات ابن سعد)

(الاستیعاب)

(اسد الغابہ)

خدا کے رسول نے فرمایا "آسمان نے سایہ نہیں ڈالا زمین نے بوجھ نہیں اٹھایا کسی ایسے شخص کا جو ابوذر سے زائد سچ بولنے والا ہو"

(طبقات ابن سعد ج۴ ص۱۶۰)

(مستدرک حاکم ج ۳ ص۳۴۲)

(ازالۃ الخفاء ج ۱ ص۲۸۲)

(مجالس المومنین صـ ۹۴)

(حیات القلوب ج ۲ صـ ۴۵۶)

عن ابی امامۃ قال النبیؐ (مسلم شریف)

"یا ابن آدم ان تفضل الفضل خیر لک و ان تمسکہ شر لک ولا تلام علی کفاف"۔

(رسول کریم)

"اے ابن آدم اگر تو اپنے زائد مال کو دے دے تو یہ تیرے واسطے بہتر ہے۔ اور اگر تو اپنے ضرورت سے زائد مال کو راہ خدا میں نہ خرچ کرے تو یہ تیرے واسطے برا ہے البتہ اگر تو اپنے گزارے بھر کا رکھ لے تو کوئی ملامت نہیں"۔

"الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم"

"جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب کا مژدہ ہے"۔

یا ابن آدم ما کسبت فوق قوتک فانت فیہ خازن لغیرک۔

(علی علیہ السلام)

"اے انسان جو تو نے اپنی ضروریات سے زائد کمایا ہے تو اس مال کا محافظ ہے دوسرے کے لئے۔"

"المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ ولسانہٖ"

(رسولِ کریم)

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

"من قضیٰ حاجۃً لاخیہ المسلم قضی اللہ لہٗ اثنین وسبعین حاجۃً فی الاٰخرۃ"۔

(رسولِ کریم)

"جس نے اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کی خدا اس کی بہتر ضرورتیں آخرت میں پوری کرے گا۔"

"یسئلونک ماذا ینفقون؟ قل العفو"۔

(قرآن کریم)

"تم سے پوچھتے ہیں کہ راہِ خدا میں کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دو، ہر وہ شے جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو"۔

"کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم"۔
(قرآن کریم)

"یہ صرف اس لئے ہے کہ دولت صرف سرمایہ داروں میں محصور ہو کر نہ رہ جائے"۔

"الفقر الموت الاکبر"۔ (حضرتِ علی)

"غریبی سب سے بڑی موت ہے"۔

"کاد الفقر ان یکون کفراً"۔ (حضرتِ علی)

قریب ہے کہ غریبی کی (سرحدیں) کفر سے الحاق کر جائیں۔

"ما رأیت نعمۃ موفورۃ الّا والیٰ جانبھا حق مضیع"۔
(حضرتِ علی)

"میں نے دولت کی ریل پیل کہیں نہیں دیکھی مگر یہ کہ اس کے کسی پہلو میں ضرور کسی کا حق تلف کیا گیا ہو"۔

ان اللّٰہ سبحانہ فرض فی اموال الاغنیاء اقوات الفقراء فما جاع فقیراً الا بما منع غنی واللّٰہ تعالیٰ سائلھم عن ذالک"۔
(حضرتِ علی)

"خدا نے سرمایہ داروں کے مال میں غریبوں کا رزق فرض کیا ہے اس لئے اگر کوئی غریب بھوکا رہتا ہے تو وہ اس لئے کہ سرمایہ دار نے غریب کا حصّہ ہڑپ کر لیا ہے اور خدا ان سرمایہ داروں سے غریبوں کے بارے میں پرستش کرے گا۔"

زمین خدا کی ملکیت ہے۔ لیکن۔ فطری ضرورت کے مطابق انسان کو اس پر حقِ تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔

یا

محنت کے بدلے میں؟

یا

دولت کے بالعوض؟

یا

قوت و حکومت و اقتدار کی وجہ سے؟

یا

خود بخود

یا

قانون وراثت کی رو سے؟

کچھ بھی ہو، لیکن . . . .

maablib.com MAAB 1431

کیا تصرف واستعمال کی فطری ضرورت کے بغیر کسی شے کو اپنی ملکیت قرار دے کر اس پر قابض رہنا اور فرد یا افراد کو اس شے کے جائز استعمال و تصرف سے روک دینا۔ انسانی مسلک ہے؟

MAAR 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.com

ابوذر غفاری

(۱)

(پیدائش)

۱۴ اپریل سنہ ۵۶۸ء یوم شنبہ
سنہ ھ سے ۴۳ سال ۳ ماہ ۵ یوم
قبل۔

الغفاری

از

(محققِ عصر حضرت نجم الحسن کراروی)

(۲)

(وفات)

۱۶ جولائی سنہ ۶۵۳ء یوم شنبہ
۸ ذی الحجہ سنہ ۳۲ھ

"ازالۃ الخفاء" ج ۱ ص ۲۸۳

"شفاء الصدور" ج ۲ ص ۱۰۵۱

"تاریخ کامل ابن اثیر" ج ۳ ص ۵۱

"حیات القلوب" ج ۲ ص ۶۷۴

"تاریخ آئمہ" ص ۲۹۹

"الغفاری" ص ۱۶۶

(علامہ سبیتی)

maablib.com

(مقامِ پیدائش)

...ے سے شام جانے والی شاہراہ
... کچھ فاصلے پر قبیلہ بنی غفار کی
...ک مختصر مگر مشہور آبادی

...مکرمہ سے جو کاروانی راستہ
...ڑوں کے دروں اور ریگستانی
...بانوں میں ہوتا ہوا شام و فلسطین
...طرف جاتا ہے ٹھیک اسی شاہراہ
...سی ایک سمت میں کنانی نسل
...وں کی اولاد غفار کے نام سے
...ی ہوئی تھی"۔

"سوانح ابوذر غفاری"
(علامہ مناظر احسن گیلانی)

(مقامِ وفات)

ربذہ
ایک ویران رہگذار
بے آب و گیاہ

مدتِ عمر
۸۵ سال ۲ ماہ ۲ یوم

maablib.com

وہ کون تھا؟

موسمِ گرما کے آتشیں دنوں میں! ایک روز
صحرائے عرب کے شعلوں کو روندتا ہوا۔ قبیلہ بنی غفار کا ایک شجاع ترین
مرد، جس کے قوی بازوؤں اور بلند و بالا قد اور لاغر اندام اس کی
جوانمردی و جرأت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ مکے کی جانب چلا آ رہا تھا
اس کے گندم گوں چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ سر پر سیاہ عمامہ
اور دوش پر عبائے پارہ پارہ، خانہ بدوش و صحرا نورد قبائل میں
ہونے کی نشان دہی کے لئے کافی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب عرب کے نظام کہنہ و فرسودہ میں
جسمانی طاقت کے ذریعے کمزور لوگوں پر حکومت کی جاتی تھی۔ عورتوں
کو ان کے حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی مار دی
جاتی تھیں۔ غلامانہ ذہنیت نے اطاعت جبر و ظلم کو قبول کر لیا
تھا، اور، انسان کی خرید و فروخت، بڑے اور چھوٹے
بازاروں کی ایک، عام اور قیمتی جنس تھی۔

جس دور میں یہ خبر مکے کے اطراف و جوانب میں سُرعت برق

طرح پھیل رہی تھی کہ ایک چالیس سالہ صادق و امین قریشی نے خدا کے ایک ہونے اور اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔

جو سچائی کی تعلیم دیتا ہے۔ ظلم اور بت پرستی سے روکتا ہے۔

جو نزولِ وحی اور بذریعہ وحی نزولِ آیاتِ الٰہی کا دعویدار ہے، یہ مردِ حیران بھی اسی امر کی تصدیق اور تمنائے دیدار میں، اِس توفیقِ عشقِ حق سے "بیقرار" مکے کی گلیوں میں متجسس نگاہوں سے کے ساتھ وارد ہوا۔

وہ اِن گلیوں میں گردش کر رہا تھا۔ گھومنے میں مشغول تھا، مگر، جذبۂ عشقِ صادق، تلاشِ محبوب میں بارِ ممنونیت کا متحمل نہیں تھا۔

وہ گزرنے والوں کے قریب سے ہو کر گزرتا، ان کے چہروں کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کرتا، کبھی کبھی اس کو یہ فکر دامنگیر ہوتی، کہ بغیر دریافت کئے در مقصود تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ مگر، اس کی غیرتِ محبت و خودداریٔ الفت کا تقاضا یہ تھا، کہ اپنے حبیب کو بغیر کسی کی اِمداد کے خود ہی، تنہا تلاش کرے۔ اس کے زاویۂ دماغ کے ہر گوشے میں فراقِ حبیب کے تیر چُبھ رہے تھے۔ اور اس کا سینہ شرابِ عشقِ غائبانہ سے مملو تھا۔

وہ کسی سے کیا بتاتا کہ اس کے دل میں کیا شے پوشیدہ ہے۔

اور وہ کنزِ حق کی تلاش میں کیسا سرگرداں و حیران ہے۔ مکّے م
کوئی نہ تھا جو اس کے دردِ پنہاں سے واقف ہو۔ جو اس کے راز د
جاننے والا ہو۔ دن اور رات خانۂ کعبہ کے گرد و پیش گزرنے وا
گزرتے رہتے اور یہ نووارد ہر ایک کے منھ کو تکتا۔ اور مایوس ہو
انتظار اور فراقِ محبوب سے اس کا جگر شق ہوا جاتا تھا۔ گ
جذبۂ شوق ہمت نہ ہارتا۔

اس مسافر کی جیب بالکل خالی تھی، جب شدت گرسنگی
تھکاوٹ سے پسلیاں دکھنے لگتیں، تو یہ مجاہد زمزم کے
جاتا۔ کنوئیں سے پانی کھینچتا، اور سیراب ہو کر معدے کی عارضی
تسکین سے اپنی قوتِ عمل میں وہ چند اضافہ محسوس کرنے لگتا۔

maablib.com

شبہائے اُمید

ایک رات جب کہ یہ مردِ غریب خانۂ کعبہ کے نزدیک، شارعِ عام سے ہٹ کر، متفکر و مغموم حالت میں، نہ جانے کیسے خیالات میں مستغرق تھا۔ یا تھکن اور پریشانی خیالی کی آمیزش سے نیم غنودگی کی کیفیت اس پر طاری تھی یا اپنے اضطراب مسلسل پر نیند کو غالب کرنے کی سعی پیہم میں مصروف تھا کہ ایک نوجوان کا ادھر سے گزر ہوا دِن سے راہ ہوتی ہے، ہادی و رہنما کو طالب ہدایت سے فطری اُنس ہوتا ہے۔ نوجوان نے اجنبی کی یہ حالت دیکھ کر کہا۔

"مُسافر ہو"؟

"ہاں"۔۔۔۔!

"ہمارے ساتھ چلو گھر پر آرام کریں"۔

اجنبی مُسافر بغیر کسی مزید گفتگو کے ساتھ ہولیا۔ دونوں راستے بھر بالکل، خاموش چلتے رہے۔ اور۔۔۔ گھر پہنچکر بھی۔۔۔ کسی نے کسی سے کوئی بات نہ کی۔ اسی طرح

maablib.com

پوری رات گزر گئی۔ جب صبح ہوئی اور میزبان کے گھر سے مہمان نے قدم باہر نکالا، تو آج بھر، دن بھر رواں دواں پھرنے سے خستگی فشار دے رہی تھی۔ گرسنگی کی اذیت سے پسلیوں میں درد تھا۔ اور جیب پیسوں سے اس طرح خالی تھی جیسے کسی زاہد کا دماغ شر وفساد سے، دن اسی طرح تمام ہوا۔ اور رات کی سیاہ چادر میں کائنات نے اپنا منھ چھپالیا۔

آج کی رات پھر اسی نوجوان نے اسی مقام پر اجنبی کو شبِ گزشتہ کی طرح مغموم و مضطرب دیکھا۔ جس کے چہرے پر یاس و ناکامی کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ اور جس کا جسم بوسیدہ اور پھٹی ہوئی عبا میں لپٹا ہوا تھا۔ جو خود کو تاریکیِ شب میں چھپانا چاہتا تھا۔ گویا فقر و ذلت سے عاجز آکر قبائلی زندگی کا ایک ایسا مجسمہ ہے جو فرطِ تنگدستی سے مجبور ہو کر دنیا سے روپوشی اختیار کرنا چاہتا ہو۔ کیا آج بھی؟ . . . . . . ؟

کیا آج بھی یہ اجنبی مسافر اپنا رازِ دل چھپانا چاہتا ہے . . . ؟ آج کی رات پھر دونوں ایک ساتھ گھر کی طرف عالمِ سکوت میں چلے جا رہے تھے۔ جیسے راہرو کے ساتھ اس کا سایہ۔ کہ کسی کو کسی سے بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

صاحب خانہ نے مہمان سے کوئی سوال نہیں کیا، نہ مہمان نے میزبان سے کوئی بات کی۔

تیسری شب وہی نوجوان پھر حسبِ معہود مہمان کو گھر لے آیا۔ لیکن! آج قسمت کے بند دروازے کھلنے والے تھے نوجوان نے اپنے مہمان سے کہا۔

"کیا آج بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم اس شہر میں کیوں آئے ہو"

"اگر آپ وعدہ کریں کہ میرا راز ظاہر نہیں کریں گے اور آپ وعدہ کریں کہ میرا ساتھ دیں گے" تو بتا دوں۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ راز مخفی رکھوں گا اور ممکن ہے منزلِ مقصود تک پہنچانے میں تمہاری مدد کروں"۔

"بہت خوب، اچھا تو میں کہتا ہوں"

"میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں کسی نے ادعائے پیغمبری کیا ہے۔ وہ لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دلاتا ہے۔ اور برائیوں سے روکتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو مکّے بھیجا تھا کہ وہ اس کی تحقیق کرے۔ جو کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ "خدا ایک ہے"

میرا بھائی مکّے آیا جستجو کی، تحقیق کی، واپس آ کر مجھے مطلع کیا، کہ یہ پیغمبر نیکیوں کا حکم دیتا ہے۔ زشت اُمور سے روکتا ہے۔ لوگوں کو اخلاقِ پسندیدہ کی ترغیب دلاتا ہے، میں نے اس سے وہ کلام سُنا جو شعر تو نہ تھا مگر شعر سے

کہیں زائد زیبا تر، خوب تر، دلکش!

میں نے اپنے بھائی سے یہ سُن کر درد محبت اور شوقِ ملاقات میں شدّت محسوس کی، دل کا قرار و سکون رخصت ہوگیا۔ آخر! رختِ سفر باندھا۔ ایک پانی کی مشک اٹھائی، پیغمبر کا سراغ لگانے کے لئے وہاں سے روانہ ہوگیا۔!

اب میں چاروں طرف ڈھونڈھ رہا ہوں۔ نہ میں اُسے پہچانتا ہوں۔ اور نہ مجھ میں یہ جرأت ہے کہ کسی سے اس کا احوال دریافت کروں۔

مہمان کی اس دل آویز گفتگو سے نوجوان کا دل مرکزِ مہر و مسرّت بن گیا۔ اور دریافت کیا۔!

"تمہارا نام کیا ہے؟ اور کہاں سے آئے ہو؟"

"میرا نام جندب بن جنادہ ہے۔ اور کنیت اباذر، قبیلہ غفار کا ہوں۔"

"بے شک تم منارہ ہدایت کے قریب ہو۔ خدائے کعبہ کی قسم وہ پیغمبر خدا ہیں۔ جو لوگ نبی برحق سے برسر پیکار ہیں۔ وہ گمراہ ہیں۔ اب ہم تمہیں پیغمبر خدا کے پاس لئے چلتے ہیں۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ اور جہاں ہم چلیں وہاں چلو"

مہمان اور میزبان دونوں تاریکئ شب میں باہر آئے۔

maablib.com

اور مقامِ صفا کی جانب، جہاں آفتابِ نبوت کا قیام تھا روانہ ہو گئے۔

منزلِ مُراد پر پہنچ کر نوجوان نے دروازے پر خاص انداز سے دستک دی۔ کوئی پسِ در تک آیا۔ دروازے کی درازسے نوجوان کو پہچانا۔ اور دونوں کے لئے درِ اُمید وا کر دیا۔ اور نہایت محبت بھرے دلنشین لہجے میں پوچھا!

"اے علی! یہ اس وقت آپ کے ساتھ کون ہے؟"

علی نے جواب دیا!

"مُسافر!"

اس گھر میں نوجوان کے ساتھ، ابوذر نے پیغمبرِ خدا کو دیکھا!

جس وقت ابوذر کی نگاہیں مرکزِ عشق محمد (ص) سے دوچار ہوئیں۔ فوق العادت بزرگی اور پاک طینتی رگ و پے میں سرائیت کر گئی۔ اور نو وارد نے اس جلالت و ہیبت کا مشاہدہ کیا جس سے فطری طور پر خضوع و خشوع پیدا ہوتا ہے۔

ابوذر جمالِ محبوب کے دیدار سے مفتون و فریفتہ ہو گئے۔

ابوذر نے ایک نیک خو، چھوٹوں پر مہربان، وسیع النظر، پیکرِ محبت و شفقت، علمِ الٰہی اور دانش میں سرشار، خلقِ عظیم کا دیدار کیا۔

یہ صفات حسنہ جو پیغمبر خدا میں جمع تھے دیکھکر اطمینان کامل ہوگیا کہ پیروی اور اطاعت، انسانیت اور انسان کے لئے موجب فخر و عزت و سربلندی ہے۔

آہستہ آہستہ اس پیکرِ عشق و محبت کی جانب ہاتھوں کو بڑھایا۔ تاکہ اس عمل سے برکت و تقدس کا اکتساب ہو سکے۔ یا یہ معلوم کرنا چاہا کہ جو موجود سامنے ہے "آیا گوشت و خون کا ایک پیکر ہے؟ یا رُوح و نور کا؟"

ابھی خُلق کے ہاتھ مہمان کے شانوں تک نہ پہنچے تھے کہ اس نے محسوس کیا۔ گویا۔ اس کا سارا جسم نورانی ہوگیا۔ اور مجد و بزرگی کی ایک تازہ رُوح اس میں پھونک دی گئی ہے

اس دن سے روزانہ ابوذر پیغمبر کے گھر جاتے اور ہمہ وقت، ان کی باتیں ہمہ تن گوش ہوکر سنتے۔ گویا معرفتِ حقائق کا ایک نورانی دریا تھا جس سے طالبِ حق میں معرفت، پاکیزگی اور لطافت باطنی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

maablib.com

عہدِ نو

تاریخ نو اور حقیقت قدیم کا یہ امتزاج کائنات میں اس دستور کے ساتھ ظاہر ہو رہا تھا کہ انسان مساوی ہیں، ایمان باہمی محبت و اخوت کی علامت ہے۔ کسی کو کسی پر سوائے علم و عقل و عدل و کردار نیک کے برتری و تفوق حاصل نہیں۔ سب سے زائد قابل عزت وہ ہے جو سب سے زائد متقی ہے۔

عرب و غیر عرب میں یہ قانون تازہ جس کی بنیادیں عدالت، مہربانی، آسائش عمومی، اور اخوت باہمی تھیں۔ پھیلتا جا رہا تھا۔

غلاموں کی آزادی، مزدوروں کی مزدوری، ضعیف و غریب و نادار کے ساتھ مراعات، یہ وہ اصول تھے جن کے باعث، دشمن انسانیت، سرمایہ پرست جابر اور منافقین نے محمد بن عبد اللہ کے خلاف ایک باقاعدہ محاذ بنالیا تھا۔

اور ستم رسیدہ و ستم زدہ کاریگر، مزدور، عورتیں، غریب، فقیر اور غلام پیغمبر خدا کی جانب حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ پیغمبر تازہ نے طبقہ ستم کش و بیچارگان کے لئے حقوق قرار دیئے تھے۔ اور الٰہی فرمان کے ذریعہ ثروتمندوں اور سرمایہ داروں کو تقسیم دولت کا بقدر ضرورت امر

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ واللہ عزیز حکیم۔

انسان کی بیداری، اور غریبوں کو سرمایہ پرست ظالموں کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے آیات آسمانی کے ذریعے رشد و ہدایت کا ایک مدرسہ قایم تھا۔ تاکہ آدمی موجودات کی معرفت سے خالق موجودات کی معرفت حاصل کرے۔ اور ابوذر غفاری بھی کافی عرصے تعلیمات پیغمبر اسلام کو صمیم قلب سے قبول کر لینے کی وجہ سے اس مدرسہ کے ایک رکن عظیم و ستون محکم و مستحکم تھے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ رسول اور ان کے اہلبیت کی نظر میں حد درجہ پسندیدہ اور دشمنان خدا و رسول کی نظر میں حد درجہ ناپسندیدہ عنصر کی حیثیت سے شمار ہوئے۔

اور اسی حصول سعادت کی وجہ سے ستمگار و ظالم طبقہ ان کا کھلا ہوا دشمن اور مد مقابل و حریف بن گیا تھا۔ مگر تاریخ شادان و طربناک، ان کے کلمۂ حق پر کان دھرتی۔ اور جس صبحِ درخشاں کی آرزو صدیوں پہلے سے کی جا رہی تھی اور جس آرزو سے ابوذر کا سینہ بھی مملو تھا۔ اس کے وجود سے ہر سختی کو برداشت کرنے، اور ہر مصیبت کو جھیلنے کا پیمان، شاید پیروئی محمدؐ و آلِ محمد سے تکمیل پا رہا تھا۔

صحبتِ رسول میں اسی طرح ان کے دن گزر رہے تھے کہ ایک روز شجاعتِ باطنی اور دشمنوں کے سامنے اعلانِ حق کے مظاہرہ کا موقع اس طرح آیا کہ ابوذر نے پیغمبر اسلام سے کہا۔

"اس خدا کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق قرار دیا ہے میں کفار قریش کے مجمع میں کعبہ کے اندر

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کا اعلان کروں گا۔ اور بلند آواز سے آپ کا پیغام سناؤں گا۔" اور فوراً ہی کعبہ میں جا کر جہاں کفار مکہ کا ہجوم تھا لوگوں کو دینِ تازہ کی دعوت ببانگ بلند دینا شروع کر دی۔

لوگوں نے جیسے ہی ایک نئی آواز سنی - ٹوٹ پڑے اور
اپنے خود ساختہ پتھر کے خداؤں کا، اور اپنے مسلک باطل کا
دشمن سمجھ کر اس قدر زدوکوب کیا کہ یہ جاں بلب ہو گئے۔
سارا جسم لہولہان ہو گیا - قریب تھا کہ مار ڈالے جائیں
لیکن عم رسول حضرت عباس بن عبدالمطلب اور بروایتے
رسول اللہ کے سگے چچا حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب
اس مجمع کو چیر کر ابوذر کے قریب آ گئے اور کہا، بدبختو!
کیا تم نہیں جانتے کہ یہ مرد قبیلۂ غفار کا ہے۔

اور ملک شام سے تمہاری تجارت کا راستہ
اسی قبیلہ سے ہو کر گزرتا ہے۔

اور ابوذر کو ان کافروں کے چنگل سے چھڑا لیا۔

ابوذر کا کرتہ خون سے سرخ ہو گیا تھا، اور سارے
جسم سے خون ٹپک رہا تھا، کچھ وقفہ گزرنے کے بعد
زمزم سے اپنا خون دھویا، زخموں کو صاف کیا۔

اور خدمتِ رسول میں عاشقِ دل گرفتار کی طرح
حاضر ہوئے، گویا لبہائے زخم زبانِ حال سے اس حسرت کا
اظہار کر رہے تھے۔

"کاش ہم اپنے حبیب پر فدا ہو گئے ہوتے"۔

اس واقعے کے بعد پیغمبر اسلام نے مناسب یہ سمجھا کہ

ابوذر کو ان کے قبیلے والوں کی طرف بھیج دیا جائے۔ تاکہ وہاں تبلیغ اسلام کا کام اپنے وطن میں انجام دیں۔

رسول اسلام سے جدائی کے یہ لمحات بہت شاق تھے۔ اور وداع کا منظر نہایت دردناک ہے

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.com

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

جب ابوذر مکے سے روانہ ہو کر اپنے قبیلہ کے حدود میں داخل ہوئے تو زمینِ وطن کے ذرے قدمبوسی کے لئے بر نشان پر اُبھر لے، اور جانی پہچانی مانوس ہوا کے جھونکے دامن سے لپٹ کر اتنے دنوں تک وطن سے دور رہنے کا سبب دریافت کرتے۔

نہیں معلوم کیوں آنکھیں پر آب تھیں اور دل ڈوبا جاتا تھا۔

ابوذر سکوت صحرا میں محبت کی نغمگی، اور مکّے سے آنیوالی ہوا میں پیغامِ محبوب کی خوشبو محسوس کرتے۔

پھر ایکاایکی اپنے گھر کی طرف قدم بے اختیار بڑھنے لگے۔

اور دل میں ایک دھڑکن سی محسوس ہونے لگی۔ یاد آیا کہ پیغمبرِ اسلام نے مجھے ذمہ داری سونپی ہے۔ میں اسے پورا کروں گا۔

یہ بھی حسنِ اتفاق تھا کہ سب سے پہلے ان کی ملاقات اپنے چھوٹے بھائی انیس سے ہوئی۔ انیس نے جیسے ہی اپنے بڑے بھائی کو دیکھا بے تحاشہ دوڑے اور سینے سے لپٹ گئے۔ دونوں بھائیوں کی آنکھیں آبدیدہ اور دل کی دھڑکنیں تیز تھیں۔

ابو ذر!

"بتاؤ انیس! میری ماں"!

انیس!

"گھر چلئے وہ تو رات دن آپ کو یاد کرتی ہیں"۔

دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ ماں نے اپنے نورِ نظر کو دیکھا۔ وارفتگی میں دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور بیٹے کے سر کو سینے سے لگالیا۔

"میرے بچے مکے میں ایسا جی لگا کہ ملک بھی یاد نہ آئی"۔

"ہاں! میرا جسم آگیا۔ مگر روح وہیں ہے"۔

ابوذر نے مکے سے آنے کے بعد اپنے قبیلے میں سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی کو مسلمان کیا۔

انیس ابوذر سے پہلے ہی پیغمبر اسلام کو مکے جا کر دیکھ چکے تھے۔ اور کچھ آیات بھی سن چکے تھے۔ اور چونکہ خود بھی شاعر تھے لہذا ابوذر سے آ کر کہا تھا کہ میں تمام اقسام نظم سے واقف ہوں۔

جو کلام میں نے سنا وہ شعر تو نہ تھا۔ مگر شعر سے زائد دلکش و دلنواز!

انیس! ابوذر کے انقلابی خیالات و تصورات سے بھی واقف تھے۔ اب بدلی ہوئی حالت دیکھ کر پوچھا؟

بھائی! اتنا عرصہ مکے میں گزارا ..... بتاؤ تم کس نتیجے پر پہنچے۔ ابوذر نے جواب دیا۔!

" نتیجہ وہی نکلا جیسے پہلے ہی عقل سلیم تسلیم کرتی تھی۔ اے انیس عقل نے روشنی دکھائی۔ فکر نے ہدایت کی راہ پر چلایا مجھے منزل مل گئی۔ میں نے محمدؐ کا پیش کردہ اسلام اختیار کر لیا۔ میں سچ کہتا ہوں انیس مجھے پہلے بھی ان پتھر کے خود ساختہ بتوں سے نفرت تھی۔ تم میرے قوت بازو ہو۔ میں چاہتا ہوں تم بھی غور و فکر سے کام لو۔ اور میرے جیسے ہو جاؤ۔ خدائے واحد کے سامنے سرِ نیاز جھکا دو"

انیس

(ماضی کے دُھندلکوں میں)

ابو ذر کی یہ باتیں سُن کر انیس کی آنکھوں میں تفکر کی گہرائیاں نمودار ہونے لگیں۔ گردن جھک گئی۔ سارا جسم پسینے سے بھیگ گیا۔ اور ظرفِ قلب کی تاریکیاں، نورِ عقل و معرفت سے دور ہونے لگیں۔

ماضی کے واقعات ایک ایک کرکے یاد آنے لگے کہ چند سال قبل جب قبیلے کے تمام افراد قحط کی مصیبت میں مبتلا تھے۔ پورا قبیلہ "منات" یعنی بڑے بت سے بارش کی دُعا مانگنے کے لئے روانہ ہونے والا تھا، میں بھی تیار تھا۔ مگر ابو ذر "منات" سے دعا مانگنے کو جہالت قرار دے رہے تھے۔ میرے بے حد اصرار پر قافلے کے ساتھ تو تھے مگر اجنبیوں کی طرح، جب کئی روز کے بعد قافلہ "منات" کے پاس مکے میں وارد ہوا۔

اور قربانیوں کا خون منات کی خوشنودی کے لئے زمین مکہ کو لالہ زار بنا رہا تھا۔ لوگ دعائیں مانگ رہے تھے۔ مگر ابوذر سب سے الگ تھلگ حیران و پریشان کسی گہری سوچ میں ایسے محو تھے جیسے وہ اس قبیلے کے کوئی باشندے ہی نہ ہوں جب رات کی کالی چادر نے وادیٔ مکہ کے ساتھ سیاہ دل افراد کو بھی ڈھانپ لیا تھا۔ قافلے والے ٹولیوں میں منقسم ہو کر کھانے پکانے کا انتظام کر رہے تھے۔ کہیں کہیں پر چولھوں سے نکل کر جلتی ہوئی آگ کی آنچ میں لوگوں کے سائے متحرک نظر آجاتے تھے۔ میں ابوذر کے ساتھ ہی تھا۔

ابوذر نے مجھ سے اس وقت بھی کہا تھا۔ یہ بُت خدا نہیں ہو سکتے۔ انھیں خود اسی قوم نے بنایا ہے۔

انیس کو یاد آیا کہ اس سے بھی قبل ایک دفعہ ابوذر نے اساف اور نائلہ دونوں بتوں کے بارے میں کہا تھا کہ "اساف" ایک مرد کا بت ہے۔ اور "نائلہ" ایک عورت کا بت ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے پر عاشق تھے اور ان دونوں نے موقع پاکر کعبہ میں زنا کیا تھا۔ "اساف" اسی زانی کا بت ہے۔ اور نائلہ اسی زانیہ کا، یہ کیسی قوم ہے جو زناکاروں کو اپنا معبود قرار دیتی ہے۔

انیس کو یاد آیا۔ اور تصویر نگاہوں میں پھر گئی کہ ابوذر

کو بار بار ایک خاص قسم کی عبادت کرتے میں دیکھا کرتا تھا۔
میرے ہر بار سوال کرنے پر انھوں نے مجھے یہی بتایا کہ میں ایک خدا
کی عبادت کرتا ہوں۔ اور میں خدا کو سجدہ کرتا ہوں۔

انیس انھیں خیالات میں مستغرق تھے۔ اور ماضی کے
آئینے میں ابوذر کی گزشتہ زندگی کی دلکش تصویریں دیکھنے میں
ہمہ تن محو تھے کہ ابوذر کی آواز نے گویا خواب سے چونکا دیا۔

ابوذر انیس سے مخاطب ہو کر بولے۔

"انیس مجھے فیصلے سے آگاہ کرو۔"

انیس نے کہا:۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ
خدا ایک ہے۔ اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

انیس نے جب اقرارِ توحید و رسالت کر لیا تو ابوذر کا
چہرہ کھل اٹھا۔ اور اشکوں کے سفینے کناروں سے لگنے لگے۔

اب یہ دونوں سگے بھائی، مسلمان بھائیوں کی طرح
ایک دوسرے سے بغلگیر تھے۔

انیس کے ایمان لانے سے ابوذر کا دل بڑھ گیا۔
انھوں نے کہا چلو۔ ماں کو بھی یہ مژدہ سنائیں۔ اور انھیں بھی
دینِ حق کی دعوت دیں۔

دونوں ماں کی خدمت میں بڑے ادب سے حاضر ہوئے۔

maablib.com

ماں بیٹے

ضعیف ماں اپنے دونوں جوان بیٹوں کو خوش و خرم اور اتنا قریب دیکھ کر کھل اٹھی۔ پاکیزہ مسکراہٹ، بے پایاں شفقت مادرانہ اور پر خلوص محبت کے اس حسین و دلنواز مظاہرے سے گھر کی فضا رشک فردوس تھی۔

ابوذر نے ماں سے کہا!

"ماں مجھے بتاؤ زمین و آسمان اس پوری کائنات کو کس نے پیدا کیا ہے؟"

"بیٹا! یہ تم عجیب سوال کر رہے ہو، میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ کیا تم میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو؟"

"نہیں ماں!" ابوذر نے کہا۔

مکہ میں جس کو تلاش کرتا ہوا میں یہاں سے گیا تھا وہ ایسا ہے

گا۔ اس کے دشمن تک اسے صادق و امین کہتے ہیں۔ اس کی تعلیم
ہے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ میں اس صادق و امین
رسول پر اور اس کے اللہ پر ایمان لا چکا ہوں۔ میں تمہارا مذاق
نہیں اڑا سکتا۔ میں تمہارا بیٹا ہوں۔ تمہاری خدمت کرنا
میرے لئے باعث فخر ہے۔ مجھے اپنا خدمت گزار سمجھو۔

"میرے بیٹے تو آخر کہنا کیا چاہتا ہے"۔ ؟

ابوذر نے کہا زمین و آسمان اور اس پوری دنیا کا پیدا
کرنے والا وہ ایک خدا ہے جس نے اپنے خاص بندے محمدؐ کو
لوگوں کی ہدایت کے لئے مکے میں بھیجا ہے۔ وہ خدا کا رسول ہے،
نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے۔ بت پرستی سے روکتا ہے۔ انیس بھی
میرا گواہ ہے۔

"میں چاہتا ہوں ماں! تم بھی عقل سے کام لو۔ اور اللہ
کے ایک ہونے اور محمدؐ کی رسالت کو تسلیم کر لو۔

ماں نے سر جھکا لیا۔ اس کے سفید بالوں والی لٹیں جھریوں
دار چہرے پر اس طرح بل کھا رہی تھیں جیسے کسی پژمردہ سفید
گلاب پر چاندنی کھلی ہوئی ہو۔

ابوذر، انیس، اور ضعیف ماں، تینوں اس طرح
خاموش تھے جیسے وقت تھم گیا ہو، آسمان منتظر ہو، اور زمین
بولنا چاہتی ہو۔

ماں نے کہا!

"بے شک وہی ایک خدا ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ یہ پیغام سنانے والا یقیناً برحق ہے۔"

اب یہ گھر اسلام کے ان نو شگفتہ پھولوں کی بہار آفریں شمیم اخلاق انسانیت سے معمور تھا۔

ضعیف ماں اور اس کے دونوں بہادر فرزند۔ یہی وہ آئینہ تثلیث تھا جس میں توحید کا جلوہ ضوفگن تھا۔ اور جس کی ضیا باریاں عنقریب پورے قبیلۂ بنی غفار سے ظلمت جہل و کفر کو دور کرنے والی تھیں۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.com

جذبۂ تبلیغ

حسبِ حکمِ رسول کے مطابق، جذبۂ تبلیغ ان کے سینے میں مچل رہا تھا۔ اور ان کا انقلابی ذہن قبیلۂ غفار کے نوجوانوں کو ایک اہم پیغام بنانے کے لئے بے قرار تھا۔ وہ اس عزمِ صمیم کے ساتھ اپنے قبیلے میں وارد ہوئے تھے کہ سب کو دعوتِ اسلام دوں گا۔

مگر طریقۂ کار اور راہِ عمل کو ابھی متعین نہیں کیا تھا۔

جب قبیلۂ غفار کے نوجوانو اور بوڑھوں میں یہ بات پھیل گئی کہ ابوذر مکے سے واپس آگئے ہیں تو آپس میں ان کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔

بعض قدامت پرست بوڑھے کہتے کہ ابوذر شہسوارِ قبیلہ ہے۔ اس کا کیا کہنا مگر۔ اس نے کبھی "لات و منات"

ہبل" سے عقیدت کا اظہار نہیں کیا۔ آج کل کے نوجوان اپنے آپ کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے ہیں۔ خیر آگے چل کر یہ بھی ہمارے جیسے ہو جائیں گے۔

نوجوانوں کا گروہ آپس میں اظہار خیال کرتا، کہ ابوذر مکہ سے واپس آ گئے ہیں۔ وہ اس شخص سے ضرور ملے ہوں گے، جو آجکل مکہ کی والوں کو کسی دین تازہ کی دعوت دیتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنے بھائی کو بھی اسی پیغمبری کا دعوی کرنے کے حالات دریافت کرنے کے لئے مکے بھیجا تھا۔

آخر نوجوانوں کا ایک گروہ ابوذر سے ملاقات کیلئے آن پہنچا۔ اور انہیں نے ابوذر کو اطلاع دی کہ ہمارے قبیلے کے نوجوان آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں اور حالاتِ سفر دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

ابوذر اپنے قبیلے کے نوجوانوں سے ملے اور سب نے اس ملاقات پر اظہارِ مسرت کیا۔

پھر ان میں سے ایک نے کہا:

آپ کی آمد سے ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ آپ کے بغیر ہم لوگ بڑی کمی محسوس کر رہے تھے۔

کسی اور نے کہا!

"ابوذر! اے شہسوارِ قبیلہ! ہم آپ کو مبارکباد

پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے مکّے میں طواف کیا ہوگا۔ "لات و عزیٰ" کے سامنے سجدے کئے ہوں گے۔ اور آپ نے "ہبل" کی خوشنودی کے واسطے قربانیاں پیش کی ہوں گی۔ آپ واقعی بہت خوش قسمت ہیں۔ اور عظیم ہیں"۔

نوجوانوں کی یہ باتیں سُن کر ابوذر کی پیشانی پربل پڑ گئے غور وفکر کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے سطحِ بحر پر طوفانی امواج نمایاں ہوں۔

بتوں سے نفرت اور جہالت پر غصے کی آنچ سے ابوذر کی آنکھیں سرخ تھیں، بے اختیارانہ ان کے ہونٹ متحرک ہوئے۔ مگر! ابوذر نے نہایت ضبطِ نفس اور حِلم سے کام لیتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں کہا۔

"نوجوانو! میرے قبیلے کے بہادرو! میں تمہارے لئے اپنے صمیمِ قلب سے محبت وخلوص کا اظہار کرتا ہوں۔! اور تمہاری محبت آمیز ملاقات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر یہ بات بہت ضروری ہے کہ میں تمہیں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونے دوں۔ اور مکّے میں جس نعمتِ عظمیٰ سے میں بہرہ یاب ہوا ہوں تمہیں بھی اس میں اپنا شریک وسہیم بنا لوں۔ سنو! میں نے "ہبل" کے سامنے قربانی نہیں دی۔ میں نے لات وعزیٰ کو سجدے نہیں کئے۔ کیونکہ یہ پتھر کے بت نہ فائدہ

پہنچا سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی نقصان۔ اگر تم انھیں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دو تو یہ انکار نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ ان کو تم نے بنایا ہے۔ اور تم نے جیسا بنایا ہے۔ ویسے بن گئے ہیں۔ جہاں پر اٹھا کر رکھ دیا ہے وہیں پہ موجود ہیں۔ جیسے اور ہزاروں بڑے بڑے ناتراشیدہ پتھر ادھر اُدھر پڑے ہوں' میں تو اس خدائے واحد کی پرستش کرتا ہوں جو تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ تمہارا بھی اور میرا بھی وہی خالق ہے۔ نوجوانو! میری یہ آرزو ہے کہ تم بھی اس فکر صحیح میں میرے ہمنوا ہو جاؤ گے۔

نوجوانوں کا گروہ دم بخود تھا۔ وہ حیران و ششدر پھٹی آنکھوں سے ابوذر کو گھورے جا رہے تھے، ان میں سے بعض دوسروں کے دلوں کی دھڑکنیں صاف سُن رہے تھے۔ بعض خوفزدہ بھی تھے کہ یہ باتیں بتوں کی ناراضگی کا سبب نہ بن جائیں۔ اور پھر ہم سب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔

ان میں سے ایک نے بڑی جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا!

اے فارس قبیلہ! اے ابوذر!

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"کیا آپ ہمارے آباؤ اجداد کے خداؤں کو چھوڑ کر ایسے خدا کی پرستش کرنے لگے ہیں جسے کسی نے دیکھا تک نہیں اور کیا آپ پر مکے میں کسی نے جادو کر دیا ہے۔"

"ابوذر نے جواب دیا۔!

"میرے نوجوانو، سنو!"

"خدا دیکھنے کی چیز نہیں۔ اسے تم دل کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو۔ ذرا سوچو تو! جو چیز بنائی گئی ہے وہ نظر آسکتی ہے۔ اور جسے تم نے خود ہی بنایا ہو تو اس کی پرستش کرنا عقلمندی نہیں۔"

"سنو! اگر تم "منات" کے پاس جاؤ اور اسے اکھاڑ کر دوسری جگہ نصب کر دو تو کیا اس میں یہ طاقت ہے کہ اپنے مقام سے نہ ہٹے اور تمہیں اس ارادے سے باز رکھے، ہرگز نہیں!"

تمہارے کسی بڑے سے بڑے خود ساختہ بت میں یہ طاقت ہرگز نہیں، تو جب ایسا ہو، اور ایسا ہی ہے۔ تو پھر اس کی پرستش اور اسے معبود بنانا ناقص عقل نہیں تو اور کیا ہے؟"

تم انسان ہو کر اپنے سے پست کی پرستش نہ کرو۔ یہ

فطرت کی توہین ہے۔ اس میں تمہارا نقصان ہے۔ رہے ہمارے بزرگ، ہمارے آباؤ اجداد، تو یہ کب ضروری ہے کہ جس غلطی کا ارتکاب ان سے ہوتا رہا۔ ہم بھی اسے دُھرانے کا جُرم کریں۔ یہ خود تراشیدہ پتھر اور لکڑی کے بت خدا نہیں ہو سکتے۔"

اس کے بعد ابوذر خاموش ہوئے۔ اور نوجوانوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔ بعض ابوذر کی طرفداری میں عقلی دلائل پیش کرتے۔ اور بعض مخالفت کرتے، ان میں سے بعض عجیب کشمکش میں مبتلا تھے۔ ابوذر کے خیالات سے متاثر بھی تھے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ ابوذر جو خیالات پیش کر رہے ہیں وہ ان کے نہیں ہیں بلکہ یہ اس شخص کے خیالات ہیں جو مکہ میں ظاہر ہوا ہے اور جس کی پشت پناہی شیخ بطحا ابو طالب کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ سردار مکہ ابوطالب نے اپنے چھوٹے بیٹے علی، کو بھی انہی کی حفاظت و خدمت کے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ جو ہمہ وقت اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ کسی اور نے کہا مجھے تو انقلاب کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں متحد رہنے کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن ہو جائیں ان میں سے ایک نے رائے دی۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ بلکہ فیصلے کے لئے سردارِ قبیلہ "خفاف" کے پاس جائیں۔ یہ باتیں سن کر ابوذر نے کہا:۔

"تمہارا جس کے پاس جی چاہے جاؤ۔ مگر میرے نوجوانو! مجھے یقین ہے کہ عقل تمہیں روشنی دکھائے گی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس کائنات کا خالق صرف ایک اللہ ہے اور محمدؐ اس کے نبی ہیں۔ سورج۔ چاند۔ زمین۔ آسمان اور یہ تمام مخلوق اسی صانع حقیقی کے لئے دلیل واضح ہیں"

نوجوانوں نے پھر گفتگو شروع کر دی۔ ہمیں پہلے سردارِ قبیلہ کو مطلع کرنا چاہیئے۔

ابوذر اسی وقت نوجوانوں کے ہمراہ سردار قبیلہ "خفاف" کے پاس جاکر بات کرنا چاہتے تھے۔ مگر انیسؔ نے انھیں سمجھایا۔ اور مشورہ دیا کہ آپ اس وقت نہ جائیں۔ جسے ابوذر نے قبول کر لیا۔

ابوذر اور خفاف

سب نوجوان اٹھ کر سردار قبیلہ کے پاس چلے گئے۔ نوجوانوں کا یہ گروہ راستے بھر اپنے اپنے خیالات کا اظہار ابوذر کے بارے میں کرتا رہا۔

کسی نے کہا!

"یہ ہمارے دین کی توہین کر رہے ہیں۔ انھیں قبیلے سے نکال دینا چاہیئے"

کوئی اور بولا!

"ہمیں غور و فکر سے کام لینا چاہیئے"

ایک انقلابی جوان یوں گویا ہوا۔

ابوذر صحیح کہتے ہیں۔ جو باتیں ابوذر کہتے ہیں۔ عقل انھیں قبول کرتی ہے۔

maablib.com

آخرکار اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے یہ لوگ سردارِ قبیلہ کے پاس پہنچ گئے۔

خفاف نے نوجوانوں کا مشفقانہ انداز میں خیرمقدم کیا۔ اور آنے کی وجہ پوچھی۔

"ہم ابوذر کے پاس سے آرہے ہیں"۔

خفاف!

"کیا ابوذر مکے سے واپس آگئے ہیں"؟

"ہاں! سردار، وہ واپس آگئے ہیں۔ لیکن شر و فساد ان کے دامن سے لپٹے ہوئے ہیں۔ وہ حیران کن باتیں کرتے ہیں۔ اور ہمارے معبودوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کو اور ہمیں گمراہ بتاتے ہیں"۔

"وہ کہتے ہیں کہ مکہ میں نبی مبعوث ہوا ہے۔ جو ایک خدا کی پرستش اور نیک امور کی جانب دعوت دیتا ہے"۔

نوجوانوں کی یہ باتیں سن کر خفاف کی پیشانی پر فکر و تردد کی دبیز شکنیں اُبھر آئیں۔ اور اس کی چمکدار آنکھیں بے یقینی اور تحیر کے حلقے میں گردش کرنے لگیں۔

اس نے کہا . . . طوفان انقلاب آگ اور خون کو ارزاں کر دے گا۔ مجھے تو ایسا نظر آرہا ہے جیسے ہمارے قبیلے کے نوجوان آگ اور خون سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ آخر

ابوذر کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ مگر خیر! گھبرانے کی کوئی بات نہیں! نوجوانو جلدی نہ کرو۔ مجھے ابوذر کے معاملے پر غور کرنے دو اور بغیر میری اجازت کے اپنی طرف سے ہرگز ہرگز کوئی ایسا اقدام نہ کرو جس کا ثمر تلخ ہو۔ میں خود ان سے گفتگو کروں گا۔ میں نے بھی ابوذر کی حالت میں تبدیلی کو تم لوگوں سے عرصہ پہلے ہی محسوس کر لیا تھا۔ اب یہ بات بھی مجھ پر واضح ہو گئی کہ وہ کیسی دین تازہ کے حامی ہو گئے ہیں۔ تم اس وقت اپنے اپنے گھروں کو واپس جا کر آرام کرو۔ میں سوچوں گا کہ کیا ہونا چاہیئے۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بربریۃ
maablib.com

سردارِ قبیلہ کا تفکّر

لوگ منتشر ہو گئے۔
سکوتِ شب، دعوتِ فکر دے رہا تھا۔ اور اندھیرا خوف و دہشت کی کمین گاہ بنا ہوا تھا۔
سردارِ قبیلہ کا دل سخت اضطراب کی حالت میں اور دماغ بے قابو ہو رہا تھا۔ اضمحلال اور سستی نے اس کے قوئ ذہنی پر شب خون مارا تھا۔ اور وہ بے حِس و حرکت اپنے بستر پر آرام کے لئے دراز ہو گیا۔ تاکہ قوتِ مدافعت کے حصول سے ذہن کو تروتازہ اور مقاومت کے لئے تیار کر سکے۔
مگر نیند اس سے ناراض تھی۔ سکون اس سے

بغاوت کر رہا تھا۔ دماغ پر ایک بوجھ تھا۔ اسے محسوس ہوتا کہ کوئی غیر مرئی طاقت، اسے غور و فکر کرنے اور کسی خاص نتیجے تک پہنچنے کے لئے مجبور کر رہی ہے اور جس کا دباؤ ہر آن بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اس کے تھکے ہوئے ذہن کی سطح پر حکیم عرب، قیس بن ساعدہ کا دھندلا دھندلا چہرہ ابھر رہا تھا۔ اسے عرب کے فلسفی قیس بن ساعدہ کی وہ تقریر یاد آئی جس میں اس نے کہا تھا۔

کہ بیشک اس کائنات کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ اور عبادت کے لائق ہے۔

پھر اس نے گھبرا کر کروٹ بدلی تو عالم تصور میں ابو ذر کو بھی گھیتے محسوس کیا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں، مگر دل کی دھڑکنیں کسی جدید تحریک کو زاویہ دماغ کے ہر گوشے پر مسلط کرتی جا رہی تھیں۔

آخر اس نے۔ اس کے دل و دماغ نے، اور اس کے عقل و شعور نے فیصلہ کر لیا۔

قیس بن ساعدہ عرب کا عظیم فلسفی ہے وہ غلطی نہیں کر سکتا۔

maablib.com

ابوذر بہت سنجیدہ، ذی عقل اور باشعور جوان ہے۔ وہ غلطی نہیں کرے گا۔

بے شک صانع عالم کوئی ایک ہے جس کے وجود پر ہر موجود دلیل ہے۔

بے شک یہ خود ساختہ سنگین مجسمے خدا نہیں ہو سکتے ان بتوں میں کوئی طاقت نہیں ہو سکتی۔

رات تمام ہو گئی!

اور اپنے دامن میں ظلمت کے سائے سمیٹ لے گئی۔

سپیدۂ سحری کے ساتھ ساتھ، نسیم صبح کے نرم و لطیف جھونکوں نے تھکے ہوئے ذہن کو غفلت و غنودگی سے بیدار کیا تو سکون ذہنی کے ردِ عمل میں بے اختیار آنکھیں بند ہونے لگیں۔ سردار قبیلۂ غفاف کو صبح ہوتے ہوتے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

لیکن باہر نوجوان سورج نکلنے سے پہلے ہی میدان جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ان کی باتوں کی آوازیں قریب سے آرہی تھیں۔ جیسے ہلکا ہلکا شور ابھر رہا ہو۔

غفاف کی نیند اُچٹ گئی۔

اس کی آنکھیں بوجھل تھیں۔ اور چہرے پر اندرونی کرب و اضطراب کے آثار نمایاں تھے۔

سردار قبیلہ نوجوانوں کے سامنے آیا تو نوجوان اسطرح خاموش ہو گئے جیسے

وہ فیصلہ سننے کے منتظر تھے۔

مگر ۔۔۔۔!

آج کی صبح ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ جب سردارِ قبیلہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:۔

آج شام ۔۔۔۔!

"میں ابوذر سے تمہارے سامنے گفتگو کروں گا۔

ابوذر کو مطلع کر دیا جائے گا۔ اس وقت تم سب واپس چلے جاؤ۔

دِن نکل آیا، بچے، بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں، غلام، آزاد سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ابوذر کو خفاف کے یہاں اپنی طلبی کی اطلاع موصول ہو گئی تو انہیں نے کہا۔ بھائی! آج شام سردار کے پاس جائیں گے۔ اور میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

وہاں میرے علاوہ کوئی بھی آپ کا ہم خیال نہیں ہے۔

اگر کسی نے آپ کے خلاف کوئی بات کہی تو میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔

ابوذر نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔
"نہیں انیس! ایسی کوئی بات نہیں۔ خفاف ایک ذی عقل و باشعور انسان ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ روشنی اور اندھیرے میں ضرور فرق کر سکے گا۔"
سارا دن اسی طرح گزرا۔
خفاف، تخیلات کے بحرِ بیکراں میں سفینۂ فکر کو آگے بڑھاتا رہا۔ ابوذر آفتابِ ہدایت سے عالمِ تصور میں اکتسابِ علم و اکتسابِ نور کرتے رہے۔
اور
اشرافِ قبیلہ اپنے اپنے ہمنواؤں کے ساتھ ابوذر کے بارے میں تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔
جب کبھی انیس کا خون جوش مارتا۔ اور وہ بھائی کی محبت میں خفاف اور اپنی قوم سے کسی خطرے کا احساس کرتے ہوئے کوئی صورت پیش کرتے تو ابوذر رسول اللہ سے سنی ہوئی نصیحتوں اور حاصل کی ہوئی باتوں کو دہرا کر انہیں مطمئن کر دیتے۔
شام ہو گئی۔ سورج افق کے اس پار کہیں چلا گیا تو اندھیرے نے رات کی آنکھوں میں کاجل کے ڈورے کھینچ دیئے۔

دیکھتوں بھائی باتیں کرتے ہوئے سردارِ قبیلہ کی منزل کی جانب چلے جا رہے تھے۔

یہاں اشرافِ قبیلہ خفاف کو گھیرے میں لئے ہوئے مؤدبانہ بیٹھے تھے اور نوجوانوں کا گروہ بھی ان سے کچھ دور مصروفِ گفتگو تھا۔ لوگوں نے دور ہی سے ابوذر کو اور انیس کو آتے دیکھ لیا۔

لوگوں کی نگاہیں آنے والوں پر جم گئیں، خفاف نے سر اٹھایا اور کسی نے نہایت ادب سے کہا۔

جی ہاں!

"ابوذر آ رہے ہیں"

ابوذر نے اس مجمع میں پہنچکر!

"السلام علیکم" کہا۔

قدامت پرست افرادِ قبیلہ اس نئے سلام پر متحیر تھے وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ یہ عجیب قسم کا سلام ہے۔ ہم نے اس سے تو کبھی نہیں سنا تھا۔

کیا ابوذر کوئی نیا فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں سردارِ قبیلہ کا احساس نہیں۔ ذرا دیکھو تو سہی

"سلام میں بھی ایک جدت ہے"۔

انھیں مختلف آوازوں میں اچانک ابوذر کی آواز ابھری

"یہ اسلامی سلام ہے"۔
اس کے بعد ابوذر آگے بڑھے اور سردار قبیلہ خفاف کے سامنے بیٹھ گئے۔
خفاف کی پُر شکوہ نگاہ ایک شان بے نیازی سے لوگوں کی پیشانیوں کا مطالعہ کرتی ہوئی ابوذر تک پہنچ کر محبت خیز و لطف آمیز نگاہ شفقت میں بدل گئی۔ جسے انیس نے بھی محسوس کیا۔ مگر اس نے اپنے مخصوص تند لہجے میں
ابوذر سنو!!
"تمہارے قبیلے کے لوگ تم سے جو توقعات رکھتے ہیں میں نے سُنا ہے کہ تم اس کے برعکس طرزِ عمل اختیار کر چکے ہو۔ اشراف قبیلہ تمہارے اس طرزِ عمل سے سخت ناراض ہیں کہ تم ان کے خداؤں کی توہین کرتے ہو اور ان کے عمل کو جہالت قرار دیتے ہو۔ کیا واقعتاً تم ہمارے اور اپنے آبا کی دین سے برگشتہ ہو گئے ہو۔ اگر ایسا ہی ہے تو جو نیا دین تم نے اختیار کیا ہے۔ کیا تم میرے سامنے بھی اس کی وضاحت کر سکتے ہو؟
یاد رکھو اگر تمہارے پاس اس دین کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے تو میں ان لوگوں کو تم پر اختیار دے دوں گا۔ لیکن اگر تم واقعی حجت و دلیل سے ثابت کر دو گے کہ تمہارا نظریہ

حق بجانب ہے تو اطمینان رکھو۔ میں خود بھی تمہارے دلائل و براہین پر غور کروں گا۔"

خفاف خاموش ہوگیا۔ اس کا سکوت جواب طلب کر رہا تھا اور مجمع منتظر تھا۔

پھر ابوذرؓ کھڑے ہوئے۔ اور مجمع کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔

انھوں نے کہا:

"اے سردارِ قبیلہ! ہم آپ کی عزت و تکریم کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے قبیلے کے سردار ہیں۔ لیکن! آپ پر اب یہ امر واضح کر دینا بہت ضروری ہوگیا ہے کہ ہم صرف اس ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں ہر جاندار کی موت و حیات ہے۔ آپ خود ایک تجربہ کار اور عقلمند سردار ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کبھی آپ نے بھی ضرور غور کیا ہوگا کہ ہمارے آلات سے تراشے ہوئے مجسّمے نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں۔ نہ حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ اور جب ایسا ہے تو پھر بھلا یہ کسی اور کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی کہ جو چیز ہمارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہو اسی کو ہم اپنا معبود

میاں نہیں۔ جیسے ہم نے بنایا وہی ہمارے خالق و رازق ہوں"
یہ پتھر کے بت عقل سلیم کے نزدیک صرف پتھر ہیں۔ ان
میں تو اتنی بھی توانائی نہیں جتنی بعض دوسرے حیوانوں میں
موجود ہے۔

اگر میرے نظریات و خیالات کو آپ سردارِ قبیلہ
کی حیثیت سے ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یقیناً آپ اس
نتیجے تک ضرور پہنچیں گے کہ خدا ایک ہے۔ جو تمام کائنات
کا مدبر ہے۔ اور مکے میں جو رسول مبعوث ہوا ہے اس کی
ہر بات سچائی سے لبریز ہے۔ وہ رسول وہ ہے جو تمام
ان صفات سے متصف ہے جو ایک رسولِ برحق میں ہونا
چاہئیں۔ وہ رسول وہ ہے کہ جس کے دشمن بھی اُسے
صادق و امین کہتے ہیں۔

میرے سردار! اس واقعہ کا تذکرہ بھی میں ضروری خیال
کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ "مناۃ" کے سامنے ایک دودھ کا
پیالہ کسی نے پیش کیا تھا۔ میں قریب موجود تھا۔ میں نے
دیکھا ایک لومڑی ادھر آنکلی۔ اس نے سارا دودھ پی لیا
میں منتظر رہا کہ دیکھوں کہ اب کیا ہوتا ہے۔ پھر میں نے دیکھا
اس لومڑی نے وہیں "مناۃ" پر پیشاب کردیا۔

اس واقعے کو دیکھ کر میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔

میں نے اسی وقت یہ اشعار کہے

أرب یبول الثعلبان علی راسه
لقد ذل من بالت علیه الثعالب
فلو کان ربا کان یمنع نفسه
ولا خیر فی رب نأته المطالب

کیا خدا کے سر پر لومڑیاں پیشاب کرتی ہیں۔ وہ کتنا ذلیل ہے۔ اگر یہ خدا ہوتا تو ذلت کو اپنے سے دفع کر سکتا۔ اس واقعہ سے میں بیحد متاثر ہوا تھا۔ اور مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ یہ بت ہرگز ہرگز خدا نہیں ہو سکتے۔

اے عقلمند سردارو!

اصاف اور نائلہ کے بارے میں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ یہ زانی اور زانیہ کے بت ہیں۔ اور ان سب کی پرستش انسانیت اور فطرت کی بڑی توہین ہے"۔

مجمع بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ قدامت پسند افراد کی شعلہ بار آنکھیں ابوذر کو خاکستر کر دینا چاہتی تھیں۔ اور اعتدال پسند نگاہیں فکرِ ابوذر کا طواف کر رہی تھیں۔

چند تجربہ کار بوڑھے اور ذی اثر افراد خفاف کی

جانب سے کسی اہم اعلان کا انتظار بے چینی سے کر رہے تھے۔

مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی . . . . !

"اے سردار!

"ابوذر نے ہمارے خداؤں کی توہین کی ہے۔ انھیں سزا ملنی چاہیئے"۔

مجمع کے دوسرے کنارے سے آواز آئی!

"ہمیں سردار کے فیصلے کا انتظار ہے"۔

انھیں آوازوں میں سے ایک بہت تیز آواز ابھری

"ابوذر ٹھیک کہتے ہیں۔ ہم ابوذر کے ساتھ ہیں"۔

مجلس برہم تھی۔ انتشار پھیلتا جا رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ غفاری جانبازوں کی تلواریں فضا میں لہرا کر موت اور خون کے بھیانک کھیل کا آغاز کر دیں۔

دفعتاً سردارِ قبیلہ خفاف نے غور و فکر کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زنی کے بعد اس طرح سر اٹھایا جیسے خواب سے چونک کر کسی واہمہ کے بوجھ کو پھینک دینا چاہتا ہو۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے اور اس کی تیز نگاہیں مجمع کو حقارت سے دیکھ رہی تھیں۔ اس لئے نہایت

تند لہجے میں کہا۔۔۔!
اور اس کے لبوں کی حرکت کے ساتھ مجمع اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے ہر ایک کے ہونٹ سی دیئے گئے ہوں یا زبانیں گونگی ہو گئی ہوں۔
اُس نے کہا۔۔۔!

"غفار کے تاسدہ ستارو!

"مجھے تم ہر چیز سے زائد محبوب ہو۔ اور ہمیشہ سے مجھے تمہاری دلیری اور جانبازی پر فخر ہے۔"

سُنو۔۔۔!

"ہمیں چاہیئے کہ جن نظریات کو ابُوذر نے پیش کیا ہے ان پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں، اور اندازہ لگائیں کہ حق ان کے کلام میں کہاں تک ہے۔"

مجھے یاد آرہا ہے، اور یقیناً تمہیں بھی عرب کے مفکر قیس جس ساعدہ کا وہ بیان یاد ہو گا؟ جس میں اس نے کہا تھا۔

"اس کائنات کا خالق ایک خدا ہے وہی مدبّر حقیقی ہے۔"

اور اُسی نے یہ بھی کہا تھا کہ:۔

"محمدؐ کا خدا درحقیقت عبادت کے لائق ہے اور محمدؐ کا دین انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔"

مجھے یہ دیکھ رہا ہوں کہ ابُوذر کے خیالات بھی وہی ہیں۔

یقین ہو چکا کہ "ابوذر سچ کہتے ہیں"۔ اور میرا دل یہی تسلیم کر رہا ہے کہ جس نبی کے آنے کی پیشگوئیاں مقدس کتابوں میں کی گئی تھیں۔ ابوذر نے مکے میں جاکر اسی کا دین قبول کر لیا ہے۔

اب اے میرے عزیزو! تمہیں اختیار ہے۔

"میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں"

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً الرَّسُوْلُ اللّٰہ

سردارِ قبیلہ کے اس اعلانِ حق سے مجمع سکتے کے عالم میں آگیا۔ حیران و ششدر، مبہوت اور پریشان سب ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔

ابوذر آگے بڑھے اور سردارِ قبیلہ نے سینے سے لگاتے ہوئے ان کی پیٹھ ٹھونکی۔

انیس کا سینہ مسرت و کامرانی کے جذبات سے معمور تھا اور ان کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

نظریاتی انقلاب

آہستہ آہستہ خاموشی شور میں، اور حیرانی ہنگامے میں تبدیل ہونے لگی۔

اسلم غفاف، اسلم غفاف، غفاف نے اسلام قبول کر لیا۔ غفاف مسلمان ہو گیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی ایک جملہ تھا۔

غفاف کے مسلمان ہوتے ہی انقلاب آگیا۔ قبیلے کی کایا پلٹ گئی۔ ایک بڑی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔ اور ابوذر کی پرخلوص تبلیغ بار آور ہوئی۔ ان کی سعیٔ مسلسل اور کوشش متواتر سے کفر کے عفریت نے دم توڑ دیا اور قبیلۂ غفار سے ظلمتِ شرک نابود ہو گئی۔

ابوذر بار بار اپنے قبیلے والوں کو یہی مژدۂ جانفزا سناتے رہتے کہ یہ پیغمبر تازہ بہت جلد تمام عرب کو باہم متحد کردیگا اور دنیا کو ظلمت جہل و ظلم سے نکال کر علم و عدل کے راستے پر گامزن کردے گا۔ جس نے انسانوں میں اخوت، اور حقوق قایم کئے ہیں اور جو مظلوم کو ظالم سے نجات دلانے والا ہے۔

چونکہ پیغمبر اسلام سے رخصت کے وقت یہ حکم مل چکا تھا کہ تم اپنے قبیلے والوں کو دعوت اسلام دیتے رہنا اور جس وقت ہمارے ظہور کی خبر سُننا ہم سے آکر مل جانا۔ لہذا حکم رسول کے مطابق انتظار محبوب کے شدید لمحات ابوذر نہایت کرب میں گزارتے رہے تاآنکہ کئی برس اسی امید میں اپنے قبیلے والوں کے ساتھ بسر کئے۔

ابوذر اپنے قبیلہ میں تبلیغی امور انجام دینے میں مصروف تھے اور پیغمبر اسلام سے جدائی ان پر بیحد شاق تھی۔

اور یہاں مکّے میں رسولؐ پر طرح طرح کے مصائب ڈالتے اور مختلف طریقوں سے اذیت پہنچاتے حتیٰ کہ باہمی معاشی اور اقتصادی ارتباط و تعلقات بالکل منقطع کرلئے تھے۔ پیغمبر اسلام نے ان مصائب ونوائب سے تنگ آکر نیز اپنے دوستوں کو اتلاف جان و مال سے محفوظ

رکھنے کی خاطر اطراف و جوانب میں مہاجرت کا حکم دے دیا۔ اور ان کی اجازت سے ایک دستہ ملکِ حبش کی جانب ہجرت کر گیا کہ جس کی قیادت شیخ بطحا حضرت ابوطالب کے ایک فرزند حضرت جعفر بن ابوطالب کر رہے تھے۔ مگر اس کے بعد مکے میں قریش نے پیغمبر کو اور زائد تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیں۔

آخر کار حج کے موقعہ پر جس زمانے میں قبائل اطراف و اکناف سے مکے آیا کرتے تھے، تبلیغ دین کا خصوصی انداز سے آغاز کیا۔ اور موسم حج کے بعد قبائل کے راستوں پر تبلیغ کی۔ اگرچہ اس بات کو بعض قبائل نے بے حد ناپسند بھی کیا اور بے ادبانہ و گستاخانہ باتیں بھی کیں۔

اسی زمانے میں یعنی آغاز دعوت اسلام کے بارہ سال بعد جب اہالیانِ یثرب نے ایک خاص پیمان۔

"بیعت دار العقبہ" کے نام سے کیا۔ اور مدینے سے مراجعت کے بعد بھی اس پر قائم و استوار رہے تو پیغمبر نے اپنے ساتھیوں کو مدینے کی طرف حرکت کرنے کا حکم دے دیا اور وہاں کے باشندوں سے دین تازہ کے لئے کمک طلب کی۔ ان لوگوں نے بھی اس خوف سے کہ مبادا قریش ہم پر حملہ کر دیں گروہ در گروہ مکے سے نکل کر اپنے کو مدینے پہنچا دیا۔

صرف محمدؐ اور علیؑ اور معدودے چند ساتھی مکے میں رہ گئے یہی وہ غم کا سال تھا کہ جس سال حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا اور اسی سال وطن چھوڑنا پڑا۔

حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد کفار قریش کی جراتیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اور رسول اللہ کے لئے مکی زندگی اب بے حد گراں تھی۔

کفار قریش کے سربرآوردہ لوگ چونکہ پیغمبر کی مدینے کی طرف روانگی کے ارادے کا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے دار الندوہ، میں جمع ہو کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی جس میں تمام قبائلی سردار شریک ہوئے اور مذاکرات ضروری کے بعد یہ بات طے کی کہ ہر قبیلے سے ایک جوان شجاع منتخب کیا جائے اور یہ تمام قبائل کے منتخب شدہ جوان باہم ملکر محمدؐ پر حملہ کر دیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ خون کا قصاص ایک قبیلے سے نہ لیا جا سکے گا۔ بلکہ تمام قبائل اس خون میں برابر کے شریک ہوں گے۔ اور پھر بنی ہاشم میں یہ طاقت نہ ہو گی کہ وہ اکیلے تمام قبائل سے لڑ سکیں اور محمدؐ کے خون کا انتقام لے سکیں۔

کفار قریش کی مجلس شوریٰ میں باتفاق آراء یہ تجویز قتل طے ہو جانے کے بعد جب نصف حصہ شب معہود کا گزر گیا

یہاں پیغمبر اسلام پہلے ہی سے اُن کے ارادہ قتل سے مطلع ہو گئے تھے اس لئے حضرت علی کو اپنے بستر پہ لیٹنے اور سونے کا حکم دیا اور اپنا مخصوص روپوش بھی علی علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دیا۔ تاکہ جماعت شر کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہ جائے اور خود مخفی طور سے بحکم خدا گھر سے باہر تشریف لے گئے علی علیہ السلام کو بستر رسول پہ پا کر کفار قریش کو عظیم شکست ہوئی۔

علی علیہ السلام نے بحکم رسول، امانتیں واپس کیں!

یعنی فاطمہ بنت محمدؐ کو اپنی والدہ اور دیگر افراد خاندان کو اپنے ہمراہ لیکر مدینے کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور پیغمبر تین روز غار ثور میں پوشیدہ رہنے کے بعد مدینے تشریف لے گئے تو عرب کے شجاع ترین دو قبائل، اوس، اور خزرج جو اپنی بہادری اور کمک کاری میں شہرہ آفاق تھے پیغمبر کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔

اور یہاں حضرت علی علیہ السلام نے حکم نبی کے مطابق تمام امانتیں واپس کیں اور امانت خدا و رسول یعنی حضرت

بنتِ محمّد کو ساتھ لے کر وطن سے مدینے کی جانب روانہ ہو گئے۔

یہاں مدینے میں اسلام کی قوت بڑھنے لگی اور شجر اسلام پھلنے پھولنے لگا۔ جنگ بدر کی فتح سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت میں بھی اضافہ ہو گیا اور کافی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جس کو پیغمبر نے مسلمانوں میں مساوی تقسیم کر دیا۔ اس جنگ میں کفارِ مکہ کو سیاسی اور اقتصادی شکست ہوئی جو انھیں بیحد گراں تھی۔ لہذا مکے والوں نے اپنی قوتوں کو یکجا کرنے کے بعد جنگِ اُحد کا آغاز کر دیا جس میں اکثر و بیشتر اصحاب و اعوانِ رسول شہید ہوئے۔
جنگِ اُحد کے بعد جنگِ احزاب پیش آئی جس میں مدینے کے گرد خصوصی حیثیت سے سلمان فارسی کے ساتھ خود پیغمبر اسلام نے خندق کھودی۔

ابوذر اپنے قبیلے میں ان خبروں کو سن کر بے قرار تھے، ان خونیں جنگوں میں شرکت کے لئے دل تڑپ رہا تھا۔ آخر کار غفار میں اب ٹھہرنے کے لئے طاقتِ صبر نہ پا کر عشقِ حبیب میں مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاکہ غم و خوشی میں یارانِ پیغمبر کے ساتھ پیغمبر کے شریک رہ سکیں۔

راہِ محبت

ابوذر سوائے پُرخلوص و پُرمحبت دل کے، غفار سے رسولؐ کے واسطے کچھ نہ لائے۔ کیونکہ ابوذر کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اپنے حبیب کے لیئے لے جاتے۔

جب مدینے میں وارد ہوگئے، اصحابِ صفہ، کے مانند کہ جن کے پاس قیام کی کوئی معین جگہ نہ تھی۔ مسجد میں ٹھہرے۔ کوئی سامانِ آسائش نہ تھا۔ اور ضروریاتِ زندگی کی ہر شے قریب قریب مفقود تھی۔

ایمان کی سچی دوستی تھی پیغمبر سے سچی محبت کا دل پہ گہرا اثر تھا۔ دن رات پیغمبر سے اکتسابِ علم کرتے۔ نمازیں پڑھتے اور عبادتِ خدا میں مشغول رہتے۔ وہ جہادِ زندگی میں

یوں مصروف تھے جیسے ذہین طالبعلم شب امتحان مطالعہ میں منہمک ہو۔

پیغمبر ہر رات اصحاب صفہ کو جمع کرتے۔ ان کو نصیحتیں کرتے۔ بہت کچھ انھیں دیتے۔ چند لوگوں کو اپنے ہی ساتھ کھانا کھلاتے اور ابوذر ان شریک غذا ہونے والوں میں جزو مخصوص تھے۔

پیغمبرؐ کے کاموں اور ان کے خصوصی امور میں بھی ابوذر شریک رہتے۔

رات رات بھر گفتار پیغمبرؐ کو سننے کے شوق میں مسجد میں بیٹھتے اور جو کچھ دل میں آتا بے دھڑک پوچھ لیتے صحبت و اکتساب مسائل علمی میں شغف کی انتہا نہ تھی ابوذر تو اپنے حبیب کی صورت دیکھ کر جیتے تھے۔ رسول نے بھی جوہر قابل دیکھ کر اپنے اس صحابی کے سینے کو علم سے مملو کر دیا تھا۔ حتی کہ مجاہدین بزرگ و محدثین عالی مقام میں ان کو امتیازی درجہ حاصل ہو گیا علی علیہ السلام ان کے بارے میں اکثر فرماتے تھے کہ:۔

ابوذر نے رسول اللہ سے علم و دانش کا اس قدر اکتساب کیا کہ لوگ اس علم سے عاجز ہیں۔

اور کبھی یہ بھی فرماتے:۔ کہ

پیمانۂ ابوذر میں علم و دانش کی اسقدر مقدار آگئی کہ چھلک اٹھا۔

ہر وقت ابوذر خدمت پیغمبر میں حاضر رہتے اور اگر کبھی نہ موجود ہوتے تو رسول خود دریافت کرتے۔ پیغمبر اسلام کو ابوذر غفاری پر اتنا اطمینان کامل تھا کہ جس زمانے میں وہ جنگ بنی المصطلق کے لئے گئے تو ابوذر کو مدینے میں بعض خصوصی امور سپرد کر کے تبلیغ کے لیے چھوڑتے گئے کہ ابوذر مدینے میں ان کے کاموں کو انجام دیں۔

ابوذر نے جب تک شادی نہیں کی تھی مسجد میں سوتے تھے۔ اور جب ازدواجی زندگی میں منسلک ہو گئے تو ایک ٹیلے کی بلندی پر چھوٹا سا خیمہ ڈال لیا۔ جہاں اپنی بیوی کے ساتھ زندگانی بسر کرنے لگے۔

ٹیلے کی بلندی کے ایک طرف صحرائے وسیع تھا، جہاں کا سکوتِ کامل دعوت عبادت دیتا رہتا۔ کبھی کبھی کسی صحرائی بدو کی بانسری کی آواز دور سے آجاتی یا صبح اور عصر کو مؤذن کی صدائے لطیف کا پرکیف جز زمزمہ فردوس گوش ثابت ہوتا۔

طلوع و غروب کے مناظر دلکش سے محظوظ ہوتے اور زندگی کو آلائشِ دنیا سے دور رکھتے۔

اب مکے کی حالت بھی بدل چکی تھی لوگوں میں خوف کا

احساس پیدا ہو چلا تھا۔ ان میں سے بعض کا شعور بیدار ہو رہا تھا جو قبائل کل تک دشمنی اور پیکار پر آمادہ تھے آج بظاہر صلح اور دوستی کا ہاتھ بڑھائے ہوئے تھے۔

پیغمبرؐ نے ایک جماعت کو مامور کیا کہ سرمایہ دار قبائل میں گردش کرے اور ان کی آمد کا دسواں حصہ فائدے میں سے وصول کر کے لائے اور اسے غرباء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔

اس تدبیر سے عرب کی قدیم غربت و فلاکت میں تخفیف ہونے لگی۔ اور جس فقر و بیچارگی کے باعث عورتیں اور بیٹیاں تک سود خواروں کے پاس رہن ہو جایا کرتی تھیں دور اور زائل ہونے لگی۔

maablib.com

شاندار مستقبل کا تصور

ابوذر ان حالات کے مشاہدے سے بہت مسرور تھے۔ دل ہی دل میں یہ کہتے کہ اگر سطحِ زندگانی عمومی اسی صورت سے ارتقائی منازل طے کرتی رہی تو مستقبل بہت شاندار ہوگا۔

عالمِ عرب کا بکھرا ہوا شیرازہ اب رفتہ رفتہ دائرہ وحدت میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ اور عربوں کو یوغِ استعمار سے رہائی بخشی جا رہی تھی۔

چونکہ یہ اصلاحیں دشمنانِ رسولؐ اور عشرتِ کوش سرمایہ داروں کی نظروں میں بہت کھٹکتی تھیں۔ لہٰذا ہرقل، ایک عظیم سپاہ کے ساتھ آمادۂ پیکار ہوا۔ اور قبائلِ عرب میں سے

بعض قبیلۂ لخم، جذام، عاملہ، غسان وغیرہ نے بھی اس کے ساتھ شرکت کی۔

ھرقل چاہتا تھا کہ جزیرۂ عرب پر اس طرح حملہ کرے کہ مسلمان عرب قبائل کی راہیں مسدود ہو جائیں اور وہ شکست دے کر ایک نئی حکومت کی بنیاد رکھے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنائے پیغمبرؐ کو اس کے ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اور پیغمبرؐ نے غزاوں کو رومیوں سے جنگ کرنے کے واسطے یکجا کر لیا۔

بعض سرمایہ پرست افراد نے اس جنگ میں شریک نہ ہونے کے لئے بہانے وضع کئے۔ لیکن غربا گروہ در گروہ صف مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

ایک فقراء و غربا کا دستہ ایسا بھی پیغمبرؐ کے پاس آیا جس نے جنگ میں شرکت کا اشتیاق ظاہر کیا۔ لیکن پیغمبر نے سامانِ جنگ نہ ہونے کے باعث انھیں باز رکھا۔

اس جنگ کو "جنگ تبوک" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں ابوذر ایک نحیف ولاغر اونٹ پر سوار تھے۔ جو تیز نہ چل پاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت پیچھے رہ گیا۔

جس وقت لوگ رسول خدا سے کہتے کہ ابوذر پیچھے

نہیں کتنے پیچھے رہ گئے ہیں۔

اور بار بار کہتے۔

تو پیغمبر ہر دفعہ یہی جواب دیتے۔

"تم ابوذر کی فکر نہ کرو۔ وہ ضرور آئے گا"۔ "وہ آئے گا"

ابوذر آتا ہو گا"۔

یہ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کا اونٹ، ضعف اور سستی کے باوجود انتہائی کوشش کے تیز نہ ہوتا تھا۔ ناچار اونٹ کو اسی صحرا میں چھوڑ دیا۔ اور خود پیدل روانہ ہو گئے تاکہ جلد از جلد

اپنے حبیب سے ملحق ہو جائیں۔

اس بیابان پہناور میں ریت کے اونچے نیچے ٹیلوں پر دوڑتے رہے۔

کبھی بہت تیز دوڑنے لگتے۔ اور کبھی رُک رُک کر اور آہستہ آہستہ!

تشنگی اور خستگی سے لب و دہن خشک، اور بدن چور چور تھا۔ جب گرم ہوا کے تیز و تند جھونکوں سے صحرائے سوزاں کی جلتی ہوئی ریت اُڑ کر ملامات پر پڑتی تو یہ اپنی رفتار کو اور تیز کر دیتے، تمازت آفتاب سے یہ ریگزار، کوہ آتش فشاں سے متصل علاقوں کی طرح گرم تھا۔

ناگاہ اُن کی نظر صحرا میں نمودار ہونے والی اس چمکتی ہوئی چیز پر پڑی جس سے تشنہ کاموں کو خنکی محسوس ہوتی ہے۔ پہلے تو سمجھے ممکن ہے سراب ہو۔ مگر، جب افتاں و خیزاں اس دلکش چیز کے قریب پہنچے تو ان دو پتھروں کے درمیان اپنے سوکھے ہوئے ہونٹوں کو آب سرد و لطیف و شیریں سے تر کیا۔ خیال آیا کہ یہ پانی بہت لذیذ اور فرحت بخش ہے۔ اپنے محبوب کے لئے ایک ظرف میں بھرا۔ اور بغیر سیراب ہوئے پھر روانہ ہو گئے۔

لشکر تبوک کے نزدیک تھا۔ کسی نے اُڑتے ہوئے غبار کی طرف تعجب کی نظریں جما دیں۔ انتظار نے بہت طول نہیں کھینچا۔ جلد ہی معلوم ہو گیا کہ آنے والا ابوذر کے سوا کوئی نہیں۔

نبیِّ رحمت نے ابوذر پر ترحم آمیز نگاہ ڈالی اور خاص اندازِ عنایت سے گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور فرمایا ابوذر کو پانی پلاؤ۔ یہ بہت پیاسا ہے۔

ابوذر نے پانی کا ظرف جو ہمراہ تھا۔ پہلے اپنے حبیب کو پیش کیا۔ پیغمبر نے تاسف و محبت آمیز لہجے میں پوچھا "تم پانی ہوتے ہوئے پیاسے ہو؟"

ہاں! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں نے

اس پانی میں سے قدرے چکھا ہے۔ یہ پانی بہت شیریں اور خوشگوار ہے۔ جب تک آپ نہ پہنچیں گے میں نہ پیوں گا"۔

"ابوذر خدا تیری مغفرت کرے۔ تنہا چلتا ہے۔ تنہا مرے گا۔ تنہا قبر سے اٹھے گا"۔

جب پیغمبر تبوک پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے صلح کی درخواست کی اور جزیہ دینا بھی قبول کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر بغیر جنگ کئے مدینے واپس آگیا۔ یہ پیغمبر کی آخری جنگ تھی جو ۹ھ میں صلح پر ختم ہوئی۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.com

اَندھیرا چھا گیا

جنگِ تبوک کے تقریباً دو سال بعد یعنی سلہ ھ میں جب آفتابِ نبوت اپنے مرکزِ خالقِ نور کی طرف لوٹ گیا۔ تو عالمِ اسلام پر شبِ جہل و ظلم و بہیمیت کی بھیانک تاریکی مسلط ہو گئی اور پیروانِ محمدؐ کچھ ایسے کرب و غم میں مبتلا تھے کہ خود پیغمبرِ اسلام کی اکلوتی بیٹی سیدہ نساء عالمین کو یہ کہنا پڑا کہ "بابا آپ کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں جو اگر دِنوں پر پڑتیں۔ تو راتیں ہو جاتے۔"

غمِ وفاتِ پیغمبر سے ابوذر کا سینہ گداختہ تھا۔ اور یہ عاشقِ رسول دردِ فراق سے تڑپ رہا تھا کہ سقیفۂ بنی ساعدہ کی مجلسِ شوریٰ کا فیصلہ اس زخمِ دل پر دوسری ضربِ مسموم

ثابت ہوا۔

کشورِ اسلام میں اختلافِ عظیم کی نئی نئی بنیادیں مستحکم ہونے لگیں اور شیرازۂ اسلام میں زبردست انتشار اور خلفشار رونما ہوگیا۔

یہی وجہ تھی کہ جنازۂ رسولِ اسلام کو چھوڑ کر سقیفہ میں اجتماع ہو رہا تھا۔ اور مہاجرین و انصار نیابت و خلافت چاہنے میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔ ہر ایک اپنی فوقیت و استحقاق کی دلیلیں پیش کر رہا تھا۔

اس موقع پر بنی امیہ بھی سقیفہ کی جانب للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اور ان کا رئیس طائفہ، ابوسفیان مشغول فعالیت تھا۔

ابوذر حیران و غمگین، اس انقلاب سیاسی کو دینِ خدا میں اثر و نفوذ حاصل کرتے دیکھ رہے تھے۔ صرف وہی نہیں۔ سلمان۔ مقداد اور عمار بھی اہلبیت رسول کو رسول کا پُرسا دے رہے تھے۔ مگر وہ سب حیران تھے کہ عالم اسلام میں اچانک یہ کیسی تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ کہ سوختہ جگر بیٹی کو باپ کا غم اٹھانے کے لئے تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور دلفگار بھائی کو غیر سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ کون تھا جو نواسوں اور نواسیوں کے آنسو پوچھتا۔

کسے غرض تھی کہ رسولؐ کے جنازے میں شرکت کرتا۔

حکومت و مملکت کے اہم اُمور طے کیے جا چکے تھے۔ مگر تاریخ اسلام کے اوراقِ وفاتِ رسول پر تعزیت اور اظہارِ افسوس کے دو جملوں سے یکسر خالی تھی۔

کاش! سقیفہ میں یہ فیصلہ بھی کر لیا جاتا کہ ہم تمام دینی اور مذہبی اُمور میں حضرت علیؑ کے تابع رہیں گے کہ جن کو رسول نے مولا کی حیثیت سے پہچنوایا تھا۔ اور انہیں ان کے مقام سے نہیں ہٹائیں گے۔ مگر حکومت و خلافت و سلطنت کے کاموں میں ہم مجلس شوریٰ کا فیصلہ نافذ کر رہے ہیں۔ اور اگر اس وقت "اتحادِ کاملہ" کا یہ تخیل پیدا کر دیا گیا تھا تو کم از کم آج کے علمی دور میں تو ہم اس "تصورِ اتحاد" سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی کوشش تو ضرور کر سکتے ہیں۔

ابوذر ملول و دل شکستہ، غمِ وفاتِ پیغمبرؐ سے نڈھال بار بار علی علیہ السلام کے پاس آتے۔ ان کا یہی معمول بن گیا تھا۔ مسائل علمی دریافت کرتے۔ اپنا پُر خلوص دل نکال کر رکھ دیتے ہیں۔ اپنے حالت بیان کرتے۔ اور پھر احادیثِ پیغمبر کو ہر جگہ اور ہر مجلس میں بیان کرتے۔

اور جب کبھی خلقِ عظیم کے ساتھ بیتے ہوئے دلوں کو ابوذر عالمِ تصور میں یاد کرتے اور ان کے جگر سوختہ سے

ایک ہوک سی اُٹھتی ۔ وہ تڑپ اُٹھتے ۔ دنیا انھیں بے کیف نظر آنے لگتی ۔ وہ غم واندوہ ومصائب سے بھری ہوئی دنیا میں زندگی کا بوجھ اٹھائے ہوئے کسی ایسے شخص کے مانند نظر آتے جو اپنا سب کچھ لٹ جانے کے بعد زندگی سے سیر ہو گیا ہو ۔

وہ ردیف نبی تھے ۔ وہ نبی کے ساتھ اکثر شریکِ طعام رہا کرتے تھے ۔ وہ نبی سے ہر آن کچھ نہ کچھ پوچھتے ہی رہتے تھے ۔ وہ صحابی تھے ۔ وہ اتنے بزرگ اور صاحب مرتبہ صحابی رسول تھے ۔ جو ایمان لانے والوں میں پانچویں شخص شمار کئے جاتے ہیں ۔ پانچواں شخص جو اسلام لایا وہ ابوذر غفاری ۔ وہ ایسے صادق تھے کہ جن کے صادق القول ہونے کا آج تک رسول اللہ کی یہ حدیث بہانگِ دہل اعلان کر رہی ہے

"آسمان نے سایہ نہیں ڈالا زمین نے بوجھ نہیں اٹھایا

کسی ایسے شخص کا جو ابوذر سے زائد سچا ہو۔"

وہ ایسے راستباز اور ایسے حق گو تھے کہ کسی کی بھی پرواہ کئے بغیر کلمۂ حق کو اپنی زبان پر جاری رکھتے ۔ انھیں اضطرابی حالات میں زندگی گزرتی رہی ۔ خلیفۂ اول کا زمانہ ختم ہوا ۔ خلیفۂ ثانی کا دور بھی گزر گیا ۔ لیکن جب ستر سالہ خلیفہ سوم خلافت پر متمکن ہوئے تو ابوذر کا اضطراب اور شدید ہو گیا کیونکہ

انھوں نے زمامِ حکومت اُموی مستبدین کے ہاتھوں میں دے رکھی تھی۔

"مسعودی کہتا ہے"

خلیفہ سوم دیہاتوں اور زمینوں پر قابض و متصرف تھے، خیبر، جسے پیغمبر نے مسلمانوں کی عمومی حالت سدھارنے کے لیے واگذار کیا تھا۔ اور چونکہ خلیفہ اوّل و خلیفہ ثانی کے دور میں بھی مسلمانوں کے لیے عمومی حیثیت سے تھا۔ خلیفہ ثالث نے مروان کو بخش دیا تھا نہ صرف یہ بلکہ افریقہ کے خراج کا پانچواں حصّہ بھی مروان کو بخش دیا تھا۔ اور مالیات شام کو معاویہ بن ابوسفیان کے سپرد کر دیا تھا۔ جو تنہا قابض و متصرف تھا اور مسلمان پر کچھ بھی تقسیم نہ کرتا تھا۔"

اسلامی دولت و زر و سیم چند مخصوص لوگوں کے چنگل میں محصور رہتی۔ خلیفہ ثالث نے زبیر کو پچاس ہزار دینار، ایکہزار گھوڑے۔ ایک ہزار غلام۔ ایک ہزار کنیزیں، کئی دیہات، ایک ایک مکان بصرہ، کوفہ، قاہرہ، اور اسکندریہ میں دئیے تھے۔

اور طلحہ کے لیے ہر روز ایک ہزار دینار غلہ عراق کی درآمد سے مقرر کئے تھے۔

علاوہ اس کے عبدالرحمٰن زھری۔ زید بن ثابت

یعلی بن امیّہ کو نہ جانے کیا کیا بخشا تھا۔ وہ ایک طویل فہرست ہے۔ جس کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں غریبوں اور اربابِ استحقاق کے حقوق پر صرف چند خاص لوگ متصرف و متمکن تھے۔

مسعودی نے مختلف واقعات اور ایک مخصوص و طویل فہرست اس دور کے ایسے لوگوں کی پیش کی ہے جو پہلے معمولی حیثیت کے بھی نہ تھے۔ مگر اب دفعتاً لکھ پتی سرمایہ دار بن گئے تھے۔

ابوذر نے مشاہدہ کیا کہ ساری دولت چند اصحابِ حکومت اور خلیفہ کے رشتہ داروں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ اور غریب و ستم کش مزدور طبقہ بالکل بے نوا اور بے یار و مددگار، مصائب و آلام کا شکار رہے۔ اور رعایا صرف دو طبقوں میں تقسیم ہو گئی۔

(۱) سرمایہ دار

(۲) غریب

رعایا کی غربت و فلاکت اور سرمایہ داروں کا تعیّش اور جبر و تشدد ابوذر کے لئے محرّک ثابت ہوا۔ اور خلیفہ ثالث کی ابتدائے خلافت میں ملک شام کا سفر کرنا پڑا۔ جہاں پدرِ یزید یوسفیان امیرِ شام

کی حکومت سے مجاہدین و غربا و عوام غنائم جنگی و فئی و بیت المال سے محروم تھے۔

ابوذر کے واسطے یہ بات ناقابل برداشت و روح فرسا ثابت ہوئی کہ یہاں ایک طبقہ تو اپنی دولت و ثروت کے نشے میں مست و سرشار تھا۔ اور دوسرا طبقہ شام کی روٹی سے بھی محروم تھا۔ ایک طرف عیش پرستوں کے مکروہ شیطانی قہقہوں سے فضا گونجتی تھی اور دوسری جانب غریبوں اور محنت کشوں کی آہیں شام کی فضاؤں میں تحلیل ہو جاتیں۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بریّة
maablib.com

جراتِ حق

یہ دیکھ کر ابوذر نے بالاعلان مخالفت کا آغاز کر دیا۔ یا بعبارتِ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ بے نواؤں کا اور غریبوں کا گروہ، سرمایہ داروں کے جبر و تشدد سے تنگ آ کر اس طبقہ کا مخالف ہو گیا۔

ابوذر کا یہ حال تھا کہ وہ مسجد میں، بازاروں میں، گلی کوچوں میں، اور ہر مقام پر احادیثِ پیغمبر اور آیاتِ قرآنِ کریم لوگوں کو سناتے۔ خصوصاً آیۃ کنز کی بیحد تکرار کرتے ابوذر ان روایات و آیات کو اس قدر دہرایا کہ زبان زد خاص و عام کر دیا خصوصاً یہ آیت:-

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ

فبشرھم بعذاب الیم (الخ)

ان حالات کو دیکھکر حبیب بن مسلمہ فہری نے معاویہ سے کہا کہ فتنۂ بزرگ کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ابوذر شام کو تمہاری بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔ اگر تمہیں حکومت شام کی احتیاج ہے تو کوئی تدبیر کرو۔

ابوذر کہا کرتے!

"میں دیکھ رہا ہوں۔ حق مٹایا جا رہا ہے۔ باطل کو زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ راست گو ملامت کیا جاتا ہے۔ جھوٹوں کی عزت افزائی کی جاتی ہے۔ پرہیزگار مصائب میں مبتلا کئے جا رہے ہیں۔ اور بدکرداروں کی سرپرستی کی جا رہی ہے۔"

جس وقت معاویہ نے قصر سبز بنوایا ابوذر نے کسی کو معاویہ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ اگر یہ کاخ سبز، تم نے مالِ خدا سے بنوایا ہے تو خیانت کی ہے اگر اپنے مال سے بنوایا ہے تو اسراف کیا ہے۔"

معاویہ کا اکثر یہ قول ہوا کرتا تھا۔

"بیت المال مسلمین، مالِ خدا ہے۔"

ابوذر نے کہا۔ ہر چند مالِ خدا ہے لیکن معاویہ مسلمانوں کے بیت المال کو خدا کا مال کہہ کر مسلمانوں کو اس سے محروم

کرنا چاہتا ہے۔

ایک روز ابوذر معاویہ کے پاس گئے اور کہا "معاویہ کیا واردات ہے کہ تم مسلمانوں کے مال کو مالِ خدا کہتے ہو؟"

معاویہ ـــــ! کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم بندۂ خدا ہیں۔ اور مال۔ مالِ خدا ہے۔

ابوذر ـــــ! ایسا نہ کہو! بلکہ یہ کہو کہ بیت المال، مالِ مسلمین ہے۔

فیئی مسلمانوں کا حق ہے۔ تم حق کی مخالفت چھوڑ دو، دولت کو اپنے اور بنی امیہ کے لئے ذخیرہ نہ کرو، معاویہ یہ تم نے ثروتمندوں کو غنی تر کر دیا ہے اور غربار کو محتاج تر!

اس گفتگو کے بعد معاویہ نے ایک روز ابوذر کی زباں بندی کے لئے تین ہزار دینار ان کے پاس بھیجے۔

ابوذر نے کہا!

"اگر یہ دولت میرے جیسے اس شخص کے لئے ہے جو حقوق سے محروم کر دیا ہے تو لئے لیتا ہوں۔ اور اگر بطورِ جائزہ میرے پاس بھیجے ہیں تو مجھے اس کی احتیاج نہیں اور مال کو واپس کر دیا۔

ایک روز اور معاویہ نے ابوذر کی دعوت کی۔ اور

چاہا کہ باہم شریکِ غذا ہوں۔ ابُوذر نے شریکِ طعام ہونا قبول نہیں کیا۔ اور انکار کر دیا۔

"معاویہ نے ابوذر سے شکایت کی کہ اُمراء و ارکانِ دولت تمہاری شکایت کرتے ہیں کہ تم غرباء و فقراء کو ہمارے خلاف بھڑکاتے ہو!"

ابُوذر نے کہا :

"دولت مند لوگ کیوں زر و سیم کو ذخیرہ کرتے ہیں، اور راہِ خدا میں اور منفعت عمومی کے کاموں میں صرف نہیں کرتے۔

جب کہ خدا کہتا ہے کہ :-

"وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے۔ ان کے لئے عذابِ دردناک ہے۔"

میں بھی یہی کہتا ہوں کہ :-

"دولتمند، بینواؤں، مسکینوں اور محتاجوں کے حقوق ادا کریں۔"

خدا کہتا ہے کہ :-

"تمہارے اموال میں غرباء و مساکین کا حق ہے۔"

اس تلخ اور ناخوشگوار گفتگو کے بعد معاویہ نے ابُوذر کو

اپنے محل سے نکلوا دیا۔ اور ۔ اہلِ شام کو ابُوذر سے مقاطعۂ کلام و مقاطعہ مجلس کا حکم صادر کیا۔ اور اعلان کروا دیا کہ جو شخص اُبوذر کے پاس بیٹھے گا یا ابوذر کی باتیں سنے گا حکومتِ وقت کا مجرم قرار دیا جائے گا۔

لیکن، لوگوں کے دِل ابُوذر کی طرف پہلے ہی کی طرح متوجہ رہے۔

ابنِ سعد نے طبقات میں لکھا ہے :۔

جلام بن جندب کہتا ہے کہ میں معاویہ کی طرف سے قنسرین اور دوسرے شہروں کے حاکم کی حیثیت سے مامور تھا۔ ایک روز بعض امورِ شہریہ تبادلۂ خیال کرنے اور معاویہ کی رائے معلوم کرنے اس کے پاس گیا۔

میں نے دیکھا کہ کوئی شخص قصرِ معاویہ کے سامنے کھڑا ہے۔ اور بلند آواز سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

"اے خدا جو لوگ ترکِ نہی از منکر کرتے ہیں۔ ان پر لعنت کر۔ اے خدا جو لوگ ترکِ امر بالمعروف کرتے ہیں ان پر لعنت کر۔ میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور وحشت و دہشت کے آثار اس کے چہرے پر ہویدا ہو گئے اور مجھ سے کہا۔

"جلام! یہ شخص جو چلا رہا ہے اسے تو پہچانتا ہے؟

"میں نے کہا نہیں!"

"اُس نے کہا!"

"یہ ابوذر چیخ رہا ہے"۔

ہر روز اسی طرح شور مچایا کرتا ہے۔ جو تم نے سُنا۔

پھر معاویہ نے حکم دیا!

"اس کو میرے پاس پکڑ لاؤ"۔

چند سپاہی کشاں کشاں ابوذر کو معاویہ کے پاس لائے۔

معاویہ!

"اے دشمن خدا و پیغمبر! ہر روز اسی وقت آتا ہے۔ اور یہ کام کرتا ہے۔ اگر یاران محمدؐ سے کسی کو بغیر اجازت عثمان کے قتل کرنا چاہتا ہوں تو وہ صرف تیری ذات ہے۔ لیکن چاہتا ہوں اجازہ بھی منگوا لوں"۔

جلّام کہتا ہے:

"میری یہ خواہش تھی کہ میں ابوذر کو پہچان لوں کیونکہ میں نے ان کے کارہائے نمایاں بہت سنے تھے۔ اور دل میں ان کی جرأت و ہمّت و حق گوئی کی قدر کرتا تھا"۔

جس وقت میں نے نگاہ اٹھائی، ایک گندم گوں با ہمّت اللسان کو دیکھا۔ جس کی کمر قدرے خمیدہ ہو چکی تھی۔ جو دراز قامت تھا۔ اس نے معاویہ کی طرف گھور کر دیکھا۔

اور کہا!

"میں دشمنِ خدا و پیغمبر نہیں ہوں، بلکہ دشمن خدا و پیغمبر وہ ہے۔ جو احکامِ خدا و پیغمبر کو اپنے پیروں سے روندتا ہو۔ تیرا عمل ایسا ہی ہے۔ اس لئے تو دشمنِ خدا و دشمنِ پیغمبر ہے"

اس واقعۂ تلخ کے بعد زندگانی ابوذر کو اور تلخ کر دیا گیا۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے اپنی کتاب "تاریخ اسلام سیاسی ج ۱ ص ۲۴۷" پر ان تکالیف کا تذکرہ کیا ہے جو ابوذر کو سرمایہ داروں کی طرف سے پہنچائی جاتی تھیں۔ جبکہ غربار و فقرا اور طبقہ محنت کش ہمہ وقت ابوذر کے گرد اور ابوذر کے قریب رہنے کی کوشش کرتا تھا۔

چونکہ ابوذر نے احادیث نبوی اور آیاتِ قرآنی لوگوں کو اس کثرت سے سنائی تھیں کہ سب ان کے قریب قریب ہم خیال ہو گئے تھے۔ خصوصاً آیۃ کنز تو ہر خاص و عام کی نوکِ زبان پر تھی۔

لہذا ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہتے تھے کہ غریب نہایت حقارت و نفرت کے ساتھ سرمایہ دار کو دیکھ کر آیۃ کنز کو سنانے کے لئے پڑھا کرتے تھے۔ جس سے

اہلِ دول شرمندہ تو کیا ہوتے البتہ غضبناک ضرور ہو جاتے لہٰذا طبقہ اہلِ دول نے ابوذر کی اذیت رسانی اور تہدید کے لیے مخفی محاذ قایم کر لیا تھا۔

ابوذر ایسے ہی مواقع پر کہا کرتے تھے۔

"امرائے بنی اُمیہ مجھکو قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں، درآنحالیکہ مجھے آغوشِ مادرِ گیتی اس کی پشت سے زائد محبوب ہے۔"

تبلیغاتِ ابوذر روز بروز ارتقائی منازل کو طے کرتی گئیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کے مظلوم و منجمد اور سرد سینوں میں انقلاب کی چنگاری نے گرمی اور حرکت کا آغاز کر دیا۔ اور جب کہ ایک روز جمعہ کے خطبہ میں معاویہ نے کہا کہ :-

"مال ہمارا مال ہے۔ فیئی بھی ہمارا حق ہے۔ ہم جس کو جو چاہیں عطا کر دیں اور جسے چاہیں محروم کر دیں۔"

ناگاہ ایک پیکرِ شجاعت جس کی جہاں آزمودہ آنکھوں میں مقناطیسی کشش تھی۔ جس کی آواز میں بے پناہ اثر تھا۔ اور جس کی صورت جوان و پیر سب کے لیے یکساں جانی پہچانی تھی۔ پائیں مسجد سے اٹھا۔ اور اس نے کہا :-

"ایسا نہیں ہے ۔ یہ جھوٹ ہے ۔ یہ غلط ہے"
جو ہمارے حقوق سے محروم کرنا چاہتا ہے، ہمیں
چاہیئے کہ ہم اس سے تلوار سے محاکمہ کریں"۔
لوگوں کی گردنیں حیرت و جوش کے ساتھ اس کی
جانب مڑ گئیں ۔ ابوذر کی بات اپنا پورا کام کر چکی تھی ۔ اور انقلاب
کی خطرناک چنگاری خرمنِ باطل پر شعلۂ جوالہ کی طرح نظر
آ رہی تھی ۔

وہ سمجھ گیا کہ اگر اس وقت اس مردِ جری کو معمولی
اذیت بھی پہنچائی گئی تو عوام الناس ایک انقلابِ عظیم
برپا کر دیں گے ۔

لہٰذا از روئے سیاست چہرے پر تبسم کے
آثار پیدا کئے اور کہا :
"اس مرد نے مجھے زندہ کر دیا ۔ خدا
اسے خوش رکھے"
معاویہ نے کہا میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ
"میرے بعد ایسے فرمانروا پیدا ہوں گے جن کا
حکم لوگوں کے لئے رد کر دینے کے قابل نہ ہوگا ، اور جو
اپنی نافہمی سے اپنے کو آگ میں ڈالیں گے"۔
نمازِ جمعہ کے بعد معاویہ نے گھر کا رخ کیا ۔ اور

قریب تھا کہ حسد اور غصّے کی آگ سینے کو جلا دے، فوراً ہی ایک خط خلیفۂ سوم کو تحریر کیا کہ ابوذر نے حکومتِ وقت کے خلاف ایک شرپسند و شرانگیز جماعت کی تشکیل کرلی ہے۔ جو ہمہ وقت اس کے ساتھ ہے۔ اور جس نے میرے کاموں میں رکاوٹ ڈال دی ہے میں مطمئن نہیں ہوں کہ آپ کے خلاف بھی کب بغاوت ظاہر کر دی جائے گی،

اگر حکومتِ شام کی احتیاج ہے تو ابوذر کو مدینہ بلوالیا جائے۔ ابوذر نے شامیوں کے دل کو آپ کی طرف سے برگشتہ کردیا ہے۔ وہ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور سوائے ابوذر کے کسی کی قیادت کو تسلیم نہیں کرتے ۔"

خلیفۂ سوم نے اس کے جواب میں لکھا:۔

"یہ فتنہ بہت آشکار ہو چکا۔ تم اس زخم کو سینے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ ابوذر کو ایک شریر مرکب پر سوار کرو۔ اور اس کے ہمراہ ایسے محافظ رکھو جو اس سے نہایت سختی اور تندی سے پیش آئیں۔ اور اسے فوراً میرے پاس مدینے بھیج دو۔"

معاویہ اس فرمان سے بہت آسودہ خاطر ہوا مسرور ہوا۔ اور حکم دیا کہ ابوذرؓ کو کسی شریر اور لاغر اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھا کر مدینے بھیج دیا جائے۔"

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.com

ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی اندھیری رات چلے

جب ابوذر کو ظالم آدمیوں کی نگرانی میں ایک تکلیف دہ اونٹ پر بٹھا کر مدینے بھیجا جا رہا تھا۔ اس وقت شام کی سرحد کے قریب، غربار کی ایک جماعت ابوذر کو وداع کرنے کے لیئے آئی۔ اور جس کا مقصد یہ تھا کہ ابوذر کو اس سفر سے روکنے، اور نہ جانے دے۔ لیکن ابوذر نے ان لوگوں سے کہا:

"دوستو! میں تمہیں چند مفید باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ میں فتنہ و فساد و اختلاف کا ہرگز طالب نہیں ہوں۔ تم لوگ خدا کی معرفت

حاصل کرو۔ اور اس کی توصیف و ثنا سے عزت حاصل کرو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدائے وحدہٗ لاشریک کے پیغمبر برحق ہیں، اور اس کے خاص محبوب و منتخب بندے ہیں۔ قیامت، بہشت، دوزخ، اور وہ تمام باتیں جو پیغمبر نے بتائی ہیں صحیح ہیں، اس شخص کے لئے مژدہ ہے جو دینِ حق پر مرے اور سچے اعتقاد کے ساتھ اس دنیا سے اٹھے۔"

"تم لوگ کبھی ظالم اور عاصی کی ہمنوائی نہ کرنا کیونکہ کسی بدکردار کو خوش کر کے اللہ کو ناراض کرنے سے بہتر ہے کہ ظالم تم سے ناراض ہو جائے اور اللہ خوش ہو۔ تم نماز پڑھو، روزے رکھو، ان چیزوں پر عمل کرو۔ جن کا پیغمبر نے حکم دیا ہے۔ اور جن باتوں کی ممانعت فرمائی ان سے اجتناب کرو۔"

(الخ)

اس کے بعد وہ مجمع حزین و غمگین منتشر ہو گیا۔ اور ابوذر شام سے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستہ طولانی تھا۔ اور شدید گرمی فشار دے رہی تھی۔ دھوپ کی تیزی سے ریت کے ذرّے گرم دمرتعش اور مسامات آبدیدہ تھے۔

اُونٹ جلتی ہوئی ریت کے نشیب و فراز میں یوں دوڑ رہا تھا جیسے کوئی کشتی سہمگیں موجوں کو چیرتی ہوئی بیچ و خمہائے بحر کو عبور کر رہی ہو۔ شتر لاغر، اور اس کا سوار، دونوں کی قوتیں مسافت دراز کو طے کرتے کرتے جواب دیتی جارہی تھیں۔ ظالم نگرانی کرنے والے اُونٹ کو تیز بھاگنے پر مجبور کرتے۔ اور یہ سنگدل نگہبان کہیں پر بھی راحت و آرام نہ لینے دیتے۔ دن اور رات ہمہ وقت چلتے رہنے کی سختی تھی۔ اور کہیں پر بھی ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابوذر کے طرفدار قبائل مطلع ہو جائیں۔

یہ پیر کہن سال، اس حالت میں کہ نشان شجاعت، فعالیت، پاکدامنی، تقویٰ۔ اور نور ایمان اس کی پیشانی سے ہویدا تھا۔ ایک طویل نگاہ اس صحرائے وسیع و خاموش پر ڈالتا اور دل ہی دل میں کہتا کہ آخر یہ مصیبت کس لئے ہے؟

حق و باطل کی جنگ میں حق پرستوں کے لئے یہ اذیتیں کیوں ہیں؟ تو عالم تصور میں انتہائے افق پر

اسے اپنے حبیب پیغمبر کی صورت نظر آتی، جو محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہتے، ابوذر راہِ حق میں تمہیں کتنی تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے۔ ابوذر حق کہو، خواہ کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو، ابوذر تم راہِ حق میں کسی کے ظلم و استبداد سے نہ ڈرو۔ اس وقت ابوذر کا سینہ خود بخود ٹھنڈا اور دل مطمئن ہو جاتا اور نفس راحتِ حقیقی کا ادراک کرتا۔ اور یاد آجاتا کہ آخرت ان لوگوں کے لئے ہے جو زمین میں طغیانی و فساد نہیں کرتے۔ اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

یہ مردِ جری اس زمین پہناور کے چاروں طرف نسیم اطمینان کا استشمام کرتا اور گفتار خدا و پیغمبر کو یاد کر کے خود بخود کہتا:۔

"یہ حکام و عمال زمین خدا میں طغیان و انتشار برپا کرتے ہیں اور بندگانِ خدا پر ان کی معیشت تک تنگ کر دی ہے۔ دنیا میں بظاہر طاقتور ہیں۔ مگر آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ لوگ آخر کیوں غریبوں کا خون چوستے ہیں۔ صاحبانِ فقر کو ان کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ مفلس و مجبور

انسانوں سے محنت لیتے ہیں اور اپنی دولت میں اضافہ کرتے ہیں۔ لیکن دولت کو منفعت عمومی کے کاموں میں صرف نہیں کرتے پھر بھی اسلام کے دعویدار ہیں۔"

یہ لوگ آخر کس واسطے انبار زر و سیم کا ذخیرہ کرتے ہیں اور نہیں غور کرتے کہ یہ مال حرام سے آیا ہے یا حلال سے۔

حالانکہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ اہمیت نہیں دیتا کہ مال سے کہاں سے آیا ہے۔ خدا بھی اہمیت نہ دے گا کہ اس کو جہنم میں کدھر سے داخل کرے۔"

یہ لوگ دولت کو راہ خیر اور منفعت عمومی میں کیوں نہیں انفاق کرتے؟ جبکہ خدا زر اندوزوں کی قرآن میں تہدید کرتا ہے۔

الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

(الخ)

اور باوجودیکہ قرآن نے غلاموں کو آزاد کرانے کا

اور پیغمبر نے ان کے ساتھ اچھا شوق دلایا ہے۔ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ کہ جو کچھ تم کھاؤ۔ پہنو انہیں غلاموں کی آزادی کا ثواب اور شوق پیدا کیا ہے۔ مگر آج غلاموں اور کنیزوں پر اس قدر ظلم و ستم کیوں ہے۔ یہ کیا انسانیت ہے کہ انسان کو پابہ زنجیر کر رکھا ہے۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت نے افلاس و غربت کو ترویج دینے کی کیوں قسم کھا رکھی ہے؟

ابوذر انھیں خیالات میں مستغرق تھے اور ان کا اونٹ راستے کے پیچ و خم اور نشیب و فراز کو طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ ابوذر کا یہ جہاد مقدس، جہاد برائے حق و عدالت اتنا مضبوط و مستقل تھا کہ جابر و متشدد طاقتیں بھی اس کے آگے سرنگوں تھیں۔

یہاں تک کہ مسافت راہ اب منزل مدینہ سے الحاق کرنے والی تھی۔ اور گرم آفتاب کی خونیں شعاعیں مغرب میں ڈوبنے سے قبل آخری نقطہ افق پر جمی ہوئی تھیں۔ اور رات کی سیاہ چادر پردہ پوشی کے لئے کائنات کا لباس بننے والی تھی۔ ادھر سورج نے گوشہ مغرب میں منہ چھپا لیا۔ اور اللہ کی کبریائی و بزرگی کا اعلان کرتی ہوئی بہت دور سے مؤذن کی آواز

ابوذر کے کانوں میں پہنچی تو ابوذر نے پشتِ شترِ لاغر پر اپنے قامتِ خمیدہ کو سیدھا کرتے ہوئے خود بھی "اللہ اکبر" کہا۔

ابوذر کی دانش صاف، فکر محکم، اور قلب نورانی میں یہ بات اچھی طرح راسخ تھی کہ خدا ظالمین و مستبدین سے زائد قوی و بزرگ تر ہے۔

وہ مغرب کی اذان تیز بھاگنے والے اونٹ کی پیٹھ پر سنتے رہے۔ اور کہتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مدینے کے قریب "کوہِ سلع" پر پہنچے تو دامنِ کوہ میں ٹھہرے لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا جو وہاں جمع ہو گئے تھے۔

تین بار ان کو پکارا اور کہا:۔

"مدینے والوں تو غارت تا پراگندہ اور جنگ سخت و ہولناک کا مژدہ سنا دو۔"

---

maablib.com

مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں گریں لاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہی آشیاں مری ملکیت یہی چار پر

مدینے پہنچ کر یہ اسیر، خلیفہ سوم کی خدمت میں لایا گیا تو عجیب گفتگو ہوئی۔

—— تم ہی نے شام میں یہ ہنگامہ برپا کر رکھا تھا؟

—— میں نے آپ کو اور آپ کے رفیق کار معاویہ کو نصیحت کی مگر وہ فریب پر محمول کی گئی۔

—— مگر تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو، اور فتنے کو دوست رکھتے ہو۔ اور شام میں لوگوں کو ہمارے خلاف بغاوت پر اکساتے ہو۔

— آپ نہ تو سیرتِ شیخین پر عامل ہیں اور نہ احکامِ رسول پر۔ اگر آپ اس پر عمل کرتے تو کوئی کچھ نہ کہتا۔

— بے وقوف تجھ کو ان جھگڑوں سے کیا واسطہ؟

ابوذر نے جن کی شجاعت سے شجاعانِ عرب کانپتے تھے اور جن کے قبیلے یعنی غفار کا نام سُن کر اہلِ دولت تھراتے تھے، انتہائی صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا:۔

— میرا گناہ سوائے امر بالمعروف و نہی از منکر کے کچھ نہیں۔

— پھر شام والے تمہاری زبان کے زخموں کی کیوں شکایت کرتے ہیں۔؟

— اہلِ شام کو مجھ سے شکایت نہیں ہے۔ بلکہ ان سرمایہ داروں سے شکایت ہے جو غربار کے حقوق کے غاصب ہیں۔ اور جنھیں آپ نے مالدار اور غنی بنا دیا ہے۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنے حقوق حاصل کر لو۔ اور عمال و حکام کو مالِ حرام نہ کھانے دو۔

— خلیفہ سوم عثمان بن عفان نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا:۔ اس دروغ گو، پیرِ مرد کو کیا کروں۔ مار ڈالوں، سولی پر چڑھوا دوں۔ یا کشورِ اسلام سے باہر نکال دوں۔

اسی اثناء میں حضرت علی علیہ السلام آگئے۔ انھوں نے یہ سنکر کہ ابوذر دروغ گو ہے۔ فوراً تردید کی اور کہا:۔

"ابوذر ہمیشہ سچ بولتا ہے"

میں نے خود پیغمبر کو بار بار کہتے سنا ہے۔ وہ اکثر ابوذر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

"آسمان نے سایہ نہیں ڈالا۔ زمین نے بوجھ نہیں اٹھایا کسی ایسے شخص کا جو ابوذر سے زائد راست گو ہو"

حضرت علی نے کہا:۔

ابوذر ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ ابوذر سے زائد سچ بولنے والا کوئی نہیں۔ ابوذر کو جانے دو۔

خلیفہ سوم غیظ و غضب سے مشتعل و برافروختہ تھے۔ حضرت علی اور خلیفہ سوم کے مابین کافی تکرار رہی کہ جس کے بعد خلیفہ سوم نے قدغن کردی کہ کوئی ابوذر سے بات نہ کرے۔ کوئی ابوذر کے ساتھ نہ بیٹھے۔ کوئی ابوذر کی بات نہ سنے۔ کوئی ابوذر سے فتویٰ نہ پوچھے۔

علامہ سید محسن عاملی نے کتاب اعیان الشیعہ کی جلد ۱۷ صفحہ ۲۹۵ پر اس واقعہ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جس میں خلیفہ سوم نے ابوذر سے مقاطعۂ کلام اور مقاطعۂ نشست و

برخاست اور مقاطعۂ معاش کا لوگوں کو حکم دیا۔
ابوذر کہا کرتے تھے۔

"بخدا اگر میری رگِ گلو پر تلوار کی دھار رکھ دی جائے تب بھی میں حق کہنے سے نہیں رک سکتا"۔

خلیفہ سوم نے ابوذر کے پاس پیغام بھجوایا کہ وہ آیات قرانی اور احادیثِ نبوی کو کسی کے سامنے نہ پڑھا کریں۔

ابوذر نے جواب دیا کہ مجھ کو قرآن اور حدیث کے پڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

قسم خدا کی یہ بہت بہتر ہے کہ میں خلیفہ کے غصّہ اور دشمنی سے خدا کو خوشنود کر دوں۔ نہ کہ خلیفہ کی خوشنودی کی خاطر اللہ کی مخالفت کروں۔

خلیفہ سوم نے ایک بار ابوذر کے دل کو ہاتھ میں لینے کے لئے کچھ دینار دو غلاموں کے ساتھ بھیجے اور کہلوایا کہ ان دیناروں کو قبول کر لو۔ اور اپنی پیروی کرنے والوں کو دے دو۔

جس وقت دینار ابوذر کے پاس لائے گئے ابوذر نے غلام سے کہا:۔

"کیا تمام مسلمانوں کو اتنی ہی رقم تقسیم کی گئی ہے"۔

غلام نے کہا نہیں!

ابُوذر نے کہا :-

"میں بھی ایک مسلمان ہوں جو کچھ مجھے ملتا ہے دوسرے مسلمانوں کو بھی ملنا چاہیئے"۔

غلام نے کہا :-

"خلیفہ نے کہلوایا ہے کہ یہ میرا ذاتی مال ہے اور بخدا اس میں حرام مال مخلوط نہیں ہوا ہے۔ میں نے سوائے مالِ حلال کے تمہیں اور کچھ نہیں بھیجا ہے"۔

ابُوذر :-

"مجھے اس کی کوئی احتیاج نہیں کیونکہ میں ثروت مند ترین لوگوں میں ہوں"۔

غلام :-

"خدا آپ پر رحم کرے۔ ہم آپ کے پاس کم و بیش کوئی شے نہیں دیکھ رہے ہیں"۔

ابُوذر :-

"اِس ٹوکری کے نیچے دیکھو ایک جو کی روٹی بچی رکھی ہے۔ مجھے پیسہ کیا کرنا ہے؟ واپس جاؤ مجھے دینار نہیں مطلوب ہیں"۔

اس کے بعد ایک بار اور ایک روز سو دینار ایک غلام کے ذریعہ خلیفہ سوم نے ابوذر کو بھیجے اور

غلام سے یہ کہا کہ اگر سو دینار ابوذر قبول کر لیں تو تم آزاد ہو۔
غلام ابوذر کے پاس دینار لے کر آیا۔ مگر ابوذر نے قبول
نہیں کئے تو غلام نے کہا:۔

خدا آپ پر رحم کرے۔ یہ دینار قبول کر لیجئے کیونکہ
میری آزادی ان دیناروں کی قبولیت پر منحصر ہے۔"

ابوذر نے کہا:۔

"یہ کیا سودا ہے کہ جس میں غلام کی آزادی کے ساتھ آزاد
کی غلامی بھی مضمر ہے۔"

غلام مجبور ہو گیا اور واپس چلا گیا۔

ایک بار خلیفہ ثالث نے ابوذر غفاری کو دربار میں
طلب کیا جب کہ کعب احبار اور دوسرے لوگ بھی جمع تھے۔
اور ابوذر سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"تم کب تک اپنی حرکت سے باز نہیں آؤ گے؟"

جب تک کہ اہل دول غرباء کے ساتھ انصاف نہیں
کریں گے۔"

خلیفہ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیتا ہے تو کیا
اس کی گردن پر کوئی حق ہے؟"

کعب نے جواب دیا:۔

نہیں اے امیر!
"زکوٰۃ دے دینے کے بعد اگر کوئی شخص سونے اور چاندی کی اینٹوں سے قصر تعمیر کرائے تب بھی اس پر کچھ واجب نہیں"
ابوذر غفاری نے یہ سن کر اپنا عصا کعب کے سینے کی طرف مارا۔ اور کہا ——————— !
تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی:۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخرۃ والملائکۃ والکتاب والنبیّن واٰتی المال علی حبہ ذوالقربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرون فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا اولٰئک ھم المفلحون

اور اس کے بعد کہا:۔
کیا تو نہیں دیکھتا کہ زکوٰۃ دینے اور ذوی القربیٰ یتیموں، مسکینوں، فقیروں، اور غلاموں کو مال دینے میں فرق رکھا گیا ہے

اور ان کو زکوٰۃ پر مقدم قرار دیا گیا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ زر اندوزی کی ممانعت کی گئی ہے اور راہِ خیر میں انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔"

کعب نے پھر اصرار کیا اور وہی الفاظ دہرائے۔

ابوذر نے دوبارہ اپنا عصا اس کے سینے پر مارتے ہوئے کہا:۔ کہ

"لوگوں سے زور و مکر و فریب سے حاصل کردہ اور غصب کردہ رقم کی زکوٰۃ بھی غصبی ہے۔ تو ایسے لوگوں کو شریف سمجھتا ہے جو واجبات پر تصرف کرتے ہیں۔"

کعب احبار جو کہ خلیفہ ثالث کے دربار میں ایک ممتاز شخصیت کا مالک تھا اور مشیر و وزیر کا درجہ رکھتا تھا۔ جب ہم تاریخ میں اس کا احوال تلاش کرتے ہیں تو اس کی زندگانی کچھ عجیب مرموز و پر اسرار نظر آتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض مؤرخین اسلام نے مصاحب و مشیر خلیفہ ہونے کی وجہ سے کعب کے چہرے سے پردہ نہیں ہٹایا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر سنی مؤرخین نے بھی کعب الاحبار کی حقیقت اس طرح ظاہر کی ہے کہ کعب کے بارے میں بہت سی باتیں پوشیدہ نہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ یہودی آخر عمر میں کیوں مسلمان

ہوا تھا۔ یا یہودی تھا اور فقط خلفائے وقت کی نزدیکی اور مصاحبت حاصل کرنے کے لئے اور دولت سے استفادہ کی خاطر اسلام ظاہر کرتا تھا۔ لیکن تاریخ میں تفحص و تجسّس کرنے سے اس یہودی مسلک کعب کی حقہ بازی اور پُر فریب زندگی کا پردہ خود بخود چاک ہو جاتا ہے۔

"اسد الغابہ" جلد دوم میں اس کا نام کعب بن مانع معروف بکعب احبار۔

"ابو اسحق" کعب یہودی زادہ ہے جو یمن میں پیدا ہوا۔ اور پیغمبر کے اواخری زندگانی میں مدینے آیا۔ لیکن عمر بن خطابؓ کے زمانے تک اسلام نہیں لایا۔

"ابن حجر عسقلانی" نے تہذیب التہذیب کی جلد ۸ ص۴۳۸ پر کعب کے اسلام لانے کا عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے۔

جب کعب سے پوچھا گیا کہ خلیفہ ثانی کے زمانے تک تم اسلام کیوں نہیں لائے تو اس نے ایک عجیب و غریب قصّہ نقل کیا۔ اسی داستان کو دوسری کتاب "الاصابۃ فی تمییز احوال الصحابۃ" پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

"عباس نے کعب سے کہا۔ پیغمبر اور ابوبکر کے زمانے میں کیوں نہیں اسلام لائے۔ اور خلافت عمر بن خطاب کے

زمانے میں کیوں مسلمان ہوئے۔ کعب نے جواب دیا۔

"میرے باپ نے ازروئے توریہ مجھے ایک خط لکھا اور کہا اس خط پر عمل کرو۔ اور ایک دوسرا خط بھی لکھ کر سربمہر کر دیا اور مجھے حقوق پدری کی قسم دی کہ میں اس دوسرے سربمہر خط کو نہ کھولوں، جس وقت میں نے اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا مطالعہ کیا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید میرا باپ چاہتا تھا کہ کسی خاص علم کو مجھ سے پوشیدہ رکھے اسی خیال کے تحت میں نے وہ سربمہر خط کھول ڈالا۔ اس میں محمدؐ اور ان کی امت کے صفات حمیدہ و اوصاف جمیلہ تحریر تھے لہذا میں مسلمان ہو گیا"۔

"تنقیح المقال" جلد ۲ صہ ۱۱۳ پر خود کعب راوی ہے کہ میں خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی طرف ہر روز ایک بار سجدہ کرتا ہوں۔

"الاصابۃ" جلد ۳ صہ ۳۲۲ بقول معاویہ کعب دروغ گو ہے۔ اور دروغگوئی میں معروف تر۔

"علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ" علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "کعب دروغ گو ہے"۔

"ابن ابی الحدید" کے خیال کے مطابق "کعب سے زائد جھوٹا دنیا میں کوئی نہیں"۔

"تنقیح المقال" جلد ۲ صـ ۳۹ پر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ "کعب علی علیہ السلام سے مخالفت و عناد رکھتا تھا"۔ "تنقیح المقال" جلد صـ ۱۳ پر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ "

"امام جعفر صادق علیہ السلام کعب کو جھوٹا اور دروغگو سمجھتے ہیں۔ یہ ہے وہ دربارِ خلافتِ ثالث کا فقیہہ جس کا مختصر کردار تاریخ کی روشنی میں منافقت سے اور دروغگوئی سے پُر ہے۔ اور جس کا مناظرہ ابوذر جیسے صحابی بزرگ و جلیل سے نہایت تلخی اور خشونت کیساتھ خلیفہ وقت کی موجودگی میں ظہور پذیر ہوا تھا۔

اس تلخ واقعہ کے دوسرے روز جب ابوذر خلیفہ ثالث کے گھر آئے تو اس وقت ایک لاکھ درہم خلیفہ ثالث کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ اور چند مصاحبین للچائی ہوئی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ خصوصاً کعب کی طامع و حریص آنکھیں درہموں کے ساتھ سِلی ہوئی تھیں، ابوذر نے کہا:۔

"یہ درہم کیسے ہیں؟"

خلیفہ نے جواب دیا!

"یہ ایک لاکھ ہیں جو مختلف مقامات سے میرے لئے

آئے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ ایک لاکھ اور آ جائیں جو آنے والے ہیں۔ تو ان کے بارے میں فکر کروں۔

اگر تمہارا دل چاہے تو اس مال میں سے جتنا چاہو قرض لے لو اور جب جی چاہے ادا کر دینا۔"

ابوذر نے کہا:۔

"یہ مال نجس ہے تاوقتیکہ حقوق ادا نہ کر دیئے جائیں۔

کعب:۔

"یہ مال پاک ہے۔"

یہاں پر "مروج الذہب" جلد ۱ ص ۴۲۸ پر تحریر ہے کہ:۔

"ابوذر نے آج پھر کعب کے سینے پر عصا مارا۔ اور کہا یہودی کے بچے تو جھوٹا ہے۔"

اور خلیفہ سوم سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"عثمان تمہیں یاد ہے۔ وہ چار دینار زائد تھے یا یہ ایک لاکھ درہم؟"

خلیفہ سوم:۔

"ہاں مجھے یاد ہے۔ وہ چار دینار۔"

ابوذر:۔

"تمہیں یاد ہے کہ ہم اور تم ایک روز پیغمبر کے پاس

حاضر ہوئے تو پیغمبر بحد غمناک تھے، محزون تھے، ہم نے سلام کیا۔ اور وہ روزانہ کی طرح ہماری آمد سے خوش نہیں ہوئے۔ دوسرے روز جب ہم خدمتِ پیغمبر میں حاضر ہوئے تو پھر اسی بشاشت و مسرت کے ساتھ ہم سے ملے۔ جب ہم نے روز گذشتہ کی حالت دریافت کی اور حزن و ملال کا سبب پوچھا تو فرمایا:۔

"چار دینار مسلمانوں کے مال سے باقی بچ گئے تھے، مجھے خوف تھا کہ کہیں اس کی تقسیم سے پہلے نہ مرجاؤں۔ آج میں ان چار دیناروں کو تقسیم کرنے کے بعد بہت آسودہ و مطمئن ہوں۔"

لیکن!

"عثمان تم اور تمہارے لواحقین کیا کہتے ہیں؟ اور پیغمبر کیا فرماتے تھے؟"

خلیفہ سوم:۔

"غضبناک لہجے میں۔!

"ابوذر تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ اگر اصحابِ پیغمبر میں سے نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر ڈالتا۔"

ابوذر بھی غضبناک ہو کر بغیر کسی شئے کا انتظار کئے فوراً باہر نکل آئے۔

بنا لیتا ہے موجِ خونِ دل سے اک چمن اپنا
وہ پابندِ قفس جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے

دن اور راتیں گزرنے لگیں۔ ہر صبح کو آفتاب مشرق سے عادی مزدور کی طرح کائنات کو مستفید و روشن کرتا ہوا نکلتا اور ہر شام نشیبِ مغرب میں رات کی سیاہ چادر اوڑھ کر آرام کرتا۔

کوئی ابوذر کے پاس بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ ابوذر سے گفتگو کرنے اور مسائل دریافت کرنے کی حکومتِ وقت کی جانب سے ممانعت تھی۔

یہ بھی کہیں نہ جاتے دن رات مسجد میں نمازیں پڑھا کرتے۔ فکر مند رہتے۔ خاموش رہتے، کسی سے بات

نہ کرتے۔ خاموشی ان کا لباس، اور غم و حزن ان کی غذا۔ وہ پریشان رہتے۔ اگر مسجد میں کوئی فتویٰ یا مسئلہ پوچھ لیتا تو جواب دے دیتے۔

آہ! رسولِ کریم کا مفکر و فقیہہ و مفسّر و محدّث فلسفی صحابی بزرگ زندگی کے دن یوں کاٹ رہا تھا۔ جیسے شکست یاب و غیور حکمران، خود اپنے ہی وطن میں نظر بند ہو۔

لیکن افسوس!

اسی دوران میں ایک اور ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ اور وہ یہ ہے کہ:۔

"جب عبدالرحمٰن بن عوف، جو بہت دولتمند اور بڑا سرمایہ دار تھا، دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہوا۔ تو اس کی میراث کا مالِ کثیر خلیفہ سوم کی خدمت میں لایا گیا۔

اور انھوں نے کہا کہ میں تصوّر کرتا ہوں کہ عبدالرحمٰن عاقبت خوب رکھتا تھا۔ اس نے صدقہ بھی دیا۔ مہمان نوازیاں بھی کیں اور اس قدر مالِ کثیر بھی چھوڑ گیا۔

کعب الاحبار نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا:۔

"بے شک عبدالرحمٰن نے حلال سے مال جمع کیا ہے اور حلال سے مال کمایا، حلال سے لوگوں پر مال تقسیم کیا اور پھر بھی اتنا مالِ حلال اپنے بعد چھوڑ گیا۔ خدا نے عبدالرحمٰن کو

دنیا و آخرت دونوں جہاں کی خیر عطا کی تھی۔

ابوذر نے جس وقت یہ تفصیلی واقعہ سنا تو بے انتہا غضبناک ہو کر گھر سے باہر نکلے اور ان کے چہرے پر رنج درونی و درد جسمی و اذیت نفس کے آثار عیاں تھے۔

گلیوں اور بازاروں میں ابوذر کی آنکھیں جن میں شرارہ و غضب و شجاعت کی سرخی ابل رہی تھی۔ کعب کی جستجو میں ہر گوشہ پر محیط تھی۔ کعب کو بھی اس کی اطلاع مل چکی تھی کہ ابوذر آج فیصلہ کن گفتگو پر آمادہ ہیں۔ اور تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔

لہذا کعب نے خوف سے فرار کی صورت اختیار کی اور خلیفہ سوم کے گھر کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا۔ ابوذر بھی وہاں پہنچ گئے۔ کعب کی نگاہیں جیسے ہی ابوذر سے دوچار ہوئیں فوراً اٹھ کر یہ خلیفہ سوم کی پشت کے پیچھے چھپ گیا۔

ابوذر نے نہایت خشمگیں، پر حقارت و آتشبار آنکھوں سے دیکھا اور کہا، اس وقت فضا پر حقارت آمیز سکوت مسلط تھا اور فضا میں کسی ہیجان انگیز وقوعہ کے استقبال کے لئے ایک خاموش ارتعاش تھا۔

کتاب "اعیان الشیعہ" جلد ۱۷ ص ۲۴۷ اور "مروج الذہب" جلد ۱ ص ۴۳۸ پر ابوذر اور کعب کے مابین یہ گفتگو تحریر ہے۔

ابوذر نے کہا:-

"تو کہتا ہے کہ خیرِ دنیا و آخرت اس شخص کو خدا دے گا۔ جس نے غریبوں کا خون چوس کر اس قدر دولت جمع کی۔ اور چھوڑ گیا۔ تو خدا کے ساتھ ایسی گستاخی کرتا ہے۔ مجھ سے بتا کہ یہ مال کہاں سے لایا۔؟

خدا نے آسمان سے اس کے لئے بھیجا؟ یا اس نے حقوق مردم دوست رنج ملت سے جمع کیا؟ خدا کی قسم اس مال کا مالک قیامت میں آرزو کرے گا کہ کاش یہ مال سانپ اور بچھو ہوتا اور میں اس کی جانب متوجہ نہ ہوا ہوتا۔

میں نے خود پیغمبر کو کہتے سنا ہے کہ میں دوست نہیں رکھتا کہ میں مر جاؤں۔ درآنحالیکہ ایک قیراط بھی میرے پاس حقوقِ مردم سے بچ جائے۔ پیغمبر تو یہ فرماتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن سے اس کی دولت کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔

کعب سن!

پیغمبر فرما گئے ہیں۔ ہر مال طلا و نقرہ کہ جس میں بخل کیا گیا ہو صاحبِ مال کے واسطے شعلہائے آتش ہیں۔ تا وقتیکہ وہ راہِ خدا میں انفاق نہ کیا جائے۔ اور تو کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن سے سوال نہ کیا جائے گا، حساب نہیں لیا جائے گا۔

"خدا کی قسم اے کعب تو دروغگو ہے۔ اور جو تیری ہمنوائی کرے وہ بھی کاذب ہے"۔

اس وقت ابوذر کے پاس استخوانِ شتر کا ایک عصا موجود تھا جس سے کعب پر حملہ کر دیا۔

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ عصا چھلتا ہوا خلیفہ سوم کی ٹانگوں پر بھی لگ گیا جس سے خفیف سی چوٹ آئی۔

ابوذر کی کعب کے ساتھ یہ رفتار خلیفہ ثالث کو بیحد گراں گذری۔ سینے میں غضب و حسد کی مخفی چنگاری شعلہ مشتعل میں تبدیل ہو گئی اور ابوذر جو اسلام لانے والوں میں پانچویں شخص، اور خصوصی یار و کمک کار پیغمبر تھے، سے مخاطب ہوئے انتہائی غیظ و خشونت کے ساتھ کہا،

"مجھے تو نے کسقدر اذیت پہنچائی ہے، میرے سامنے سے دور ہو جا! بخدا میں اور تو یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ جا باہر نکل جا!"

ابوذر ———!

عثمان آرام۔ کیا پیغمبر کو بھول گئے، کیا انھیں کا جیسا سلوک ہے۔؟ ایک ظالم، ستمگر کے مانند وہ کب

اور کس کے ساتھ پیش آئے۔؟"

"خلیفہ سوم نے اصرار کیا۔ تکرار کی۔ نکل جا۔ ابھی ہمارے ملک اور ہماری ہمسائگی سے خارج ہو جا۔

جب ابوذر نے عصیانی کیفیت کا اندازہ لگایا تو کہا،

——— "میں خود عاجز آگیا ہوں۔ کہاں چلا جاؤں؟"

——— "جہاں جی چاہے چلا جا۔"

——— "مکے چلا جاؤں"؟

——— "نہ بخدا یہ ناممکن ہے۔"

——— "شام چلا جاؤں؟"

——— "تو نے سرزمینِ شام کو ہماری مخالفت سے خراب کیا تھا اسی واسطے وہاں سے تیرا اخراج کیا۔"

——— "عراق چلا جاؤں؟"

——— "ہرگز نہیں، عراقی پہلے ہی سے گستاخ ہیں۔ تو انھیں اور مشتعل کر دے گا۔"

——— "مصر چلا جاؤں؟"

——— "تو مصر میں بھی فتنہ و انقلاب برپا کر دے گا۔"

——— "بخدا! اگر میرا بس چلتا تو مدینہ نہ چھوڑتا، مجبور ہوں، خیر! جہاں دل چاہے بھیج دے۔"

——— "تجھے کسی بے آب و گیاہ بیابان میں سزا دوں گا۔"

——— "یعنی شہر نشینی کے بعد عرب صحرا نشین ہو جاؤں۔"

——— "ہاں!"

——— "اچھا تو بیابان نجد بھیج دے۔"

——— "نہیں! میں ربذہ بھیجنا چاہتا ہوں۔"

خلیفہ نے مروان اور دوسرے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا :۔

"ابوذر کو یہاں سے نکال دو۔ اور فوراً ایک تند اور شریر اونٹ پر سوار کر کے انتہائی خشونت اور سختی کے ساتھ ربذہ لے جاؤ۔ اور کوئی اس کا مونس و غمگسار نہ ہو۔"

دربار کے چاپلوسوں اور حاشیہ برداروں نے نہایت حقارت و ذلت کے ساتھ ابوذر کو باہر کر دیا۔

خصوصاً مروان نہایت گستاخی اور بے ادبی سے پیش آیا۔ یہ مروان وہ شخص ہے جس کے متعلق رسول کی ایک حدیث ہی سے اس کا پورا کچا چٹھا روشن ہو جاتا ہے۔

پیغمبر کا ارشاد ہے :۔

"مروان ملعون ہے۔ ملعون کا بیٹا ہے۔"

"اعیان الشیعہ" جلد ۱۷ ص ۵۰۹ پر اس واقعہ کو تفصیلاً تحریر کیا گیا ہے۔ یہاں بقدر ضرورت اسی کی تلخیص پیش

ہے۔ خلیفہ نے ممانعت کروادی تھی کہ ابوذر کی شالیت
کوئی نہ کرے۔
ورنہ وہ حکومت کا باغی تصور کیا جائے گا۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بربریہ
maablib.com

راہِ وفا میں گرتی گئی جو لہو کی بوند
ہر ہر قدم پہ شمع جلاتی چلی گئی

لوگ حکومت کے خوف سے مجبور ہو گئے۔ لیکن جس وقت علی علیہ السلام کو اس واقعہ کی تفصیل معلوم ہوئی انسکھائے خلوص و محبت کے بیش بہا موتی صحابیِ پیغمبر کے لئے خزانہ چشم و دل سے پیش کئے اور کہا:۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اور اپنے چند اصحاب، اپنے بھائی عقیل اور حسنین علیہم السلام کو ساتھ لے کر ابوذر غفاری کی مشایعت کو گئے۔ جس وقت

امام حسن علیہ السلام ابوذر غفاری سے ہمکلام تھے کہ مروان نے کہا۔ بارک اللہ، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ خلیفہ وقت کی طرف سے ممانعت ہے کہ کوئی اس شخص سے بات نہ کرے، اُس وقت علی علیہ السلام کو سخت ناگوار ہوا۔ اور شیر خدا نے مروان کی طرف غضب آلود رُخ کیا اور تازیانہ مروان کے گھوڑے کے سر و گوش پر مارا۔ اور کہا:۔

"الگ ہٹ جا خدا تجھے جہنم رسید کرے"۔

مروان شکست خوردہ و خشم آلود وہاں سے ہٹ گیا۔ اور تفصیل خلیفہ سوم سے جا کر بیان کی۔

دوسرے دن حضرت علی اور خلیفہ سوم کے درمیان نہایت سخت گفتگو ہوئی۔

"مروج الذہب" جلد ۱، ص ۳۴۹

جب علی علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو خلیفہ سوم نے کہا:۔

"میرے مقرر کردہ آدمی کو اپنا کام کیوں نہیں کرنے دیا؟ اسے کیوں واپس کر دیا؟ کیا میری ممانعت کا حکم نہیں سنا تھا۔؟

"مگر ہم مجبور ہیں کہ خلاف حق ہم کچھ قبول نہیں کر سکتے۔"

"مروان شکایت کرتا ہے کہ اس کے گھوڑے کے سر و گوش پر

تازیانہ مارا۔ اور اسے برا بھلا کہا۔

"بہت خوب تو مروان میرے گھوڑے کو تازیانہ مار سکتا ہے اور میں نے مروان کے متعلق جو کچھ کہا وہ جھوٹ نہیں کہا۔ سوائے حق کے میں کچھ نہیں کہتا"۔

"مروان کو کیوں برا بھلا کہا گیا؟ جب کہ مروان مجھے عزیز تر ہے"۔

علی علیہ السلام نے غضبناک لہجہ میں فرمایا:۔

"مجھ سے اس طرح گفتگو مناسب نہیں، کیا ہم اور مروان مساوی ہیں؟ بخدا میں تم سے بہتر ہوں۔ میرا باپ تمہارے باپ سے بہتر، میری ماں تمہاری ماں سے بہتر"۔

اس گفتگو کے بعد خلیفہ سوم نہایت غضبناک انداز میں گھر روانہ ہو گئے۔

بہرحال حضرت علی علیہ السلام ابوذر کی مدینے سے روانگی اور ربذے میں جلاوطن ہونے سے بہت متاثر و محزون تھے۔

جب مشایعت ابوذر کے لئے اپنے چند اصحاب اپنے بھائی عقیل، اور حسنین علیہم السلام کو ساتھ لے کر ابوذر کے پاس آئے تو کہا:۔

"ابوذر یہ لوگ اپنی دنیا سے ڈرتے ہیں اور تم آخرت کے لئے"۔

اسی واسطے بلائے تبعید وجلا وطنی تم پر وارد کی گئی۔ ابوذر خدا کی قسم اگر در ہائے آسمان و زمین کسی پر بند ہو جائیں اور وہ خدا سے ڈرتا ہو تو خدا اس کے واسطے ضرور راہ نجات پیدا کر دے گا۔ اے ابوذر سوائے حق کے اور کسی شے سے اُنس نہ رکھو"۔

اس کے بعد حسن و حسین علیہما السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا،

"بیٹو! عم محترم کو وداع کرو"۔

پھر اپنے بھائی جناب عقیل سے فرمایا:-

"اپنے بھائی کو وداع کرو"۔

سب نے انتہائی حزن و تاسف مغموم دل اور اشک آلود آنکھوں کے ساتھ ابوذر کو وداع کیا۔

ابوذر نے جواب ایک پیر کہن سال، صحابی بزرگ رسول دل شکستہ و محزون تھے۔ با دیدۂ اشکبار کہا:-

"اے خانوادۂ رحمت و طہارت جب ہم آپ کو دیکھ لیتے تھے۔ پیغمبر کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ہمارے ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا آپ ہی تھے۔ مدینے میں سوائے آپ کے

ہمارا کوئی ہمدرد نہیں۔ افسوس کہ شام میں اور مدینے میں ہم معاویہ و عثمان کے بار دوش تھے۔ اس لئے ہمیں دہاں جلاوطن کیا جا رہا ہے۔ جہاں سوائے خدا کے اور کوئی مددگار نہیں۔

ابوذر کشاں کشاں خلیفہ سوم کے عتاب سے تبعید گاہ ربذہ کی جانب مدینے سے ایک ثمر پر اونٹ پر انتہائی ظالم اشخاص کی نگرانی میں روانہ کر دیئے گئے۔

جس وقت ابو درداء نے سنا کہ ابوذر جلاوطن کر دیئے گئے تو کہا:۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

"بخدا! اگر ابوذر میرا ہاتھ یا میرے جسم کا کوئی عضو کاٹ ڈالتے۔ تب بھی میں ان کو اس لئے آزار نہ پہنچاتا کہ وہ رسول کے جانی و ردیف تھے اور ان کے بارے میں پیغمبر نے بہت سی حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں۔"

صاحب درجات الرفیعہ لکھتے ہیں:۔

"عبداللہ ابن مسعود نے کوفہ میں جس وقت ابوذر کی جلاوطنی کی خبر سنی تو ان پر تاثر غم طاری ہوا۔ اور کوفہ والوں کو جمع کر کے ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں خلیفہ سوم کی جانب بھی کنایہ کیا اور لوگوں کو قرآن کریم کی یہ آیت سنائی۔

انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقاً منکم من دیارھم۔

ولید نے اس واقعہ کی خلیفہ سوم کو اطلاع دی خلیفہ نے حکم دیا کہ عبداللہ بن مسعود کو ہمارے پاس مدینے بھیج دیا جائے۔

جب عبداللہ بن مسعود مدینے پہنچے اور مسجد میں خلیفہ کے پاس گئے۔ خلیفہ نے ایک غلام سیاہ کو حکم دیا کہ اس کو مسجد سے باہر نکال دو۔

غلام نے ان کو مسجد سے باہر نکال کر پٹخ دیا۔ اور ایک گھر میں محبوس کر دیا اور کوئی شے کھانے پینے تک کی عبداللہ بن مسعود کو نہ دی۔

"صاحب تنقیح المقال" نے جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ پر عبداللہ بن مسعود کی بڑی توصیف کی ہے اور ان کو اجلۂ اصحاب پیغمبر میں شمار کیا ہے"۔

"صاحب کتاب اسد الغابہ فی معرفتہ احوال الصحابتہ" کے خیال کے مطابق عبداللہ بن مسعود جنگ بدر و اُحد و خندق میں پیغمبر کے ساتھ شریک تھے۔ یہ بیعتِ رضوان کے وقت بھی موجود تھے۔

جس وقت خلیفہ ثانی نے عمار یاسر کو کوفہ میں مامور کیا۔

تو اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ میں نے عمار کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو تمہارا وزیر قرار دیا ہے۔ یہ دونوں بزرگ بجبائے اصحاب پیغمبر سے ہیں ان کی عزت کرو۔

جب ابوذر مدینے سے ربذے میں بحکم خلیفہ جلاوطن کئے گئے تو اس سفر دشوار میں سوائے ان کی بیوی۔ بیٹی اور ایک کمسن بیٹے کے اور کوئی ان کے ہمراہ نہ تھا۔

کم از تکلیف جو ابوذر کو ہو سکتی تھی وہ یہ تھی کہ یہ بیابان بالکل بے آب و گیاہ اور خشک و خالی تھا۔

تنہائی و صحرانشینی و بے یاری اور جلا وطنی کے باوجود ابوذر کا یہ عقیدہ اور یقین درجہ کمال پر فائز تھا کہ خدا پشتیبان حق و حقیقت ہے۔ وہ یقیناً اس کا مددگار ہے جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔ وہ اس کا سہارا ہے جس کا کوئی سہارا نہ ہو۔ وہ ہر غریب کا ساتھی اور ہر وحید و تنہا کا مونس و رفیق ہے۔

وہ اس کی پناہ گاہ ہے جس کی کوئی جائے پناہ نہ ہو۔

اس پیرمرد سالخوردہ صحابی پیغمبر کو ربذہ میں پنجہ فقر و مشکلات ایک دستمال خوردگے مانند فشار دے رہا تھا۔

صبح کے سورج کی آتشیں شعاعیں بھوک اور پیاس

کی آگ کو مشتعل کر دیتی اور شبہائے غم کی سیاہی فقر زدہ
دلوں کے اندھیرے میں اور اضافہ کر دیتی۔

طولانی اور سیاہ راتیں جاگ کر عبادتِ خدا میں
بسر ہوتیں۔ اور دن نہ جانے کس فکر و پریشانی میں بچوں کو
کیا کھلاتے۔ اور خود کیسے پیٹ بھرتے۔ اس کا اندازہ فقر و
فاقہ میں مبتلا صحرا نشین کے علاوہ اور کوئی نہیں لگا سکتا۔

لیکن ابوذر کا عزمِ صمیم سست نہ ہوا تھا۔ ان کی
نظر میں یہ بیابانِ ریگزار ان شاہی محلات و کاخہائے امرا
سے بہتر تھا۔ جن کی تعمیر میں ملت سے بہ جبر حاصل کردہ
سرمایہ، اور غریب و جفاکش مزدوروں کی وہ محنت جس کی
صحیح اجرت ادا نہ کی گئی ہو۔ نقش و نگار کی صورت میں ظاہر
ہو۔

چاندنی راتوں میں خاموش گیتی کا آرام مطلق اور سکوتِ
منظم اس لئے آب و گیاہ صحرا میں زندگانی جاودانی تک
پہنچنے کے لئے دعوتِ شوق دیتا رہتا۔

اب یہ سوچ کر ابوذر کو سکون ہو جاتا کہ ان کا نظریہ
ان کے بعد بھی زندہ و پائیدار رہے گا۔ خواہ ملتِ مسلمہ
نظریہ ابوذر کو تاخیر سے سمجھے۔

لیکن یہ ملتِ مسلمہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس نے بہت

جبلد اس حقیقت کو جان لیا کہ بنی امیہ نے اسلام اور قرآن کو سلطنت مستبدانہ اور حکومت ظلم وجبر میں تبدیل کرنے کی ایک منافقانہ و سرمایہ پرستانہ کوشش کی تھی اور جن کی کامیابی ظلم ونفاق وعیش پرستی کی کامیابی اور نظریۂ اسلام کی ظاہری شکست فاش تھی۔

مگر حق کو فنا کرنے کی سعی ناکام و نجس میں بنی امیہ خود فنا ہو گئے۔ اگرچہ بظاہر اس ابلیسی محاذ کا مقابلہ کرنے والوں کو طرح طرح کی مشکلات اور قسم قسم کے مظالم ومصائب کا ہدف بننا پڑا۔

آج دنیا پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ بنی امیہ و بنی عباس نہ رسول کے جانشین تھے اور نہ خدا کے مقرر کردہ حاکم!

بلکہ جابر و ظالم حکمرانوں کی طرح عوام الناس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے تعیش و ہوس شہوت کو پورا کرنے والے سلاطین وقت۔

ابوذر نے اس جبر وظلم واستبداد کے خلاف جو آواز بلند کی آج ساری دنیا اس آواز پر لبیک کہہ رہی ہے۔ اور آج کائنات کے ہر گوشے میں ابوذر کے نظریہ کو بنظر استحسان دیکھ کر پیغام امن وسلامتی کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

maablib.com

ابوذر اپنی جلا وطنی کے زمانے میں ریگزار ربذہ میں ہر مصیبت پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ چند بھیڑیں جو ربذے میں ابوذر کے پاس تھیں۔ دانہ اور چارہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک ایک کر کے مرنے لگیں اور سوائے ایک بھیڑ کے اور کوئی زندہ نہ رہی۔ اور ابوذر نے یہ دیکھا کہ ان کا کمسن بیٹا بھی بھوک کی تکلیف کو نہ برداشت کرتے ہوئے مر جائے گا۔

ناچار بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر مدینے کی طرف آئے اور خلیفہ سوم کے مکان پر گئے۔

جب ابوذر خلیفۂ سوم کی مجلس میں وارد ہوئے تو ان کی آنکھیں خشک، اور سفید بالوں والا سر جھکا ہوا تھا۔ اور ایک جلالِ مخصوص، ان کی قامت خمیدہ اور اس عبائے پارہ پارہ سے، جس میں ان کا بدن تقریباً برہنہ تھا۔ نظر آرہا تھا۔

چاروں طرف سے ترس وشفقت واحترام آمیز نگاہیں۔ ابوذر کے چہرہ لاغر و پیشانی چین خوردہ، اور ان کے اس بدنِ خشک پر جس میں سوائے پوست واستخوان کے اور کچھ نہ تھا۔ اس طرح جم گئیں گویا تارِ نظر سے آنکھیں سی دی گئی ہیں۔

اور یہ مردِ کہن سالی کہ گردشِ روزگار، اور پے در پے شکستِ خاطر سے باعث نمونہ عبرت تھا۔ خلیفہ سوم کے روبرو

یوں استادہ تھا جیسے کسی مقتول کی رُوح قاتل کی آنکھوں میں خوف وہراس کی تاریکی پیدا کر رہی تھی۔

چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔ تمام مجلس پر ایک حقارت آمیز خاموشی مسلط تھی۔ دفعتاً اس مجاہد کبیر نے اپنے مخصوص اندازِ گفتار سے سکوتِ مجلس کو برہم کر دیا اور اہلِ مجلس ہمہ تن گوش تھے۔ جب خلیفہ سے ابوذر نے خطاب کیا۔

آپ نے مجھے ایسی بے آب وگیاہ سرزمین پر بھیج دیا ہے جہاں نہ کوئی شے روئیدنی ہے نہ خوردنی، چند بھیڑیں تھیں جن میں سوائے ایک کے سب بھوک سے مر گئیں۔ اب میرے پاس کچھ نہیں۔ سوائے بیوی کے کوئی خدمت گزار نہیں، فقط ایک پھٹا پُرانا خیمہ ہے جو ایک درخت کے خشک تنے سے باندھ لیا ہے۔ وہی میرا سائبان ہے۔ آپ میرے واسطے کوئی انتظام کر دیں کہ میں زندگی کے بُرے بھلے دِن کاٹ سکوں۔

خلیفہ نے مثلِ اسکے کہ کچھ سنا ہی نہ ہو، اپنا منھ دوسری طرف پھیر لیا۔ ابوذر بھی اسی طرف گئے اور وہی جملے دہرائے۔

اس موقع پر حبیب ابن مسلمہ نے ابوذر سے کہا:۔

"تم ایک ہزار درہم، پانچسو گوسفند اور ایک خادم

مجھ سے لے لو۔

"اپنے روپے، نوکر اور گوسفند، مجھ سے زائد مجبور کو دے دو۔"

"میں تو اپنا وہ حق طلب کر رہا ہوں جو از روئے قرآن و حدیث میرا ہے۔"

اسی اثناء گفتگو میں حضرت علی علیہ السّلام وارد ہوئے اور خلیفہ نے حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر ابوذر کے بارے میں کہا:۔

"یہ ابلہ! اپنی حرکات سے باز نہیں آتا۔!"

"کون ابلہ؟"

"ابوذر!"

"ابوذر، ابلہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں نے خود پیغمبر کو کہتے سنا ہے کہ:۔

"ابوذر کا زہد، ابوذر کی حیا، ابوذر کی فروتنی، عیسیٰ بن مریم کے مانند ہے۔"

لیکن ابوذر خلیفہ کے الفاظ سنتے ہی بکمال بے اعتنائی کے ساتھ اس مجلس سے باہر چلے گئے۔ اور کسی آواز دینے والے کا کوئی جواب نہ دیا۔

یہاں تک کہ دوبارہ بیابان خشک و بے آب و علف کی

طفل لوٹ گئے (ربذہ)

یہ مجاہد مظلوم و شکست خوردہ جب اس کہنہ و پارہ پارہ خیمہ پر وارد ہوا۔ جو درخت خرما کے ایک خشک تنے سے بندھا ہوا تھا۔

تو دیکھا!

ضعیفہ بیوی کی آغوش میں بیٹے کا سرد جسم، جس نے ابھی آن ماں کی گود میں دم توڑ دیا۔

ابوذر سمجھ گئے کہ بھوک نے پسر کی جان لے لی۔ چند لحظہ اپنی آنکھوں کو بند رکھا کہ اس منظر ہولناک کو نہ دیکھ سکیں۔ لیکن گوشۂ چشم سے ڈھلک آنے والے آنسوؤں کو صاف کرنے اور فریاد و فغاں کرنے والی ضعیفہ کو تسلی دینے کے لئے جب آنکھیں کھولیں۔ تو طفلِ مظلوم کی لاش کو، بیوی کی آغوش سے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔

آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہر آنسو مرتعش و غمناک تھا۔ بیٹے کا داغِ دل کو فشار دے رہا تھا۔ کہ اس صحابیٔ رسول نے تن تنہا اپنے دل کے ٹکڑے کو ربذہ کے ریگزار میں قبر کھود کر اپنے ٹھٹھرتے ہوئے ہاتھوں اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ دفن کر دیا۔ اور ہاتھوں اور چہرے

پر قبر کی خاک مل کر کھڑے ہو گئے اور کہا:۔
"میرے بیٹے خدا تجھے بخشدے، تو ایک اچھا بیٹا تھا کہ اپنے بوڑھے باپ اور سالخوردہ ماں کو تجھ سے کوئی شکایت نہیں۔
میرے فرزند عزیز! تیری موت سے میں خودداری اور احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہوں، میں سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ میں نے غذا کی جو کوشش تیرے لئے کی تھی وہ تیری موت اور تیرے بوڑھے باپ کے داغِ دل پر ختم ہوئی۔ کاش میں جانتا کہ تو اس معاملے میں مجھ سے سبقت لے جانے والا تھا۔
خدایا تو اس کو معاف کر دے۔ میں نے اپنے حقوق معاف کر دیئے۔ تو عطا و بخشش میں سزاوار تر و لائق تر ہے"۔
بیٹے کی قبر سے اٹھ کر خیمے میں آ گئے۔ اور اپنی وفا دار و گرسنہ بیوی کے ساتھ زندگی کے چند دن اور گزارے۔
آخر گرسنگی سے تنگ آ کر اپنی بیوی سے کہا:۔
"اٹھو! سامنے نظر آنے والی بلندی کے اس پار چلیں۔ شاید زمین سے اگنے والی کوئی کھانے کی چیز مل سکے۔ اور ہم اپنی گرسنگی کی تخفیف کر سکیں۔
زن و شوہر خیمہ سے باہر نکلے۔ جاڑے کا موسم تھا، سرد ہوا شدت سے چل رہی تھی۔ ہر چند جستجو کی مگر کچھ نہ پایا۔ اس

موقع پر ابوذر پر غشی کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ سرد ہوا کے تند جھونکوں کے باوجود چین خوردہ پیشانی عرق آلود تھی۔ اور چہرے کا سفید رنگ فق تھا۔

ابوذر نے اپنا پسینہ پونچھا۔ اور اپنے خیمہ پارہ پارہ کی طرف جو تیز ہوا سے چپ و راست حرکت کر رہا تھا۔ روانہ ہوئے۔

لیکن آج ابوذر ہمیشہ کی طرح ثابت و محکم قدموں کے ساتھ خیمے کی طرف نہیں جا سکتے تھے۔ عبائے پارہ پارہ برہنہ تنی پر کفِ افسوس ملتی۔ اب گھٹنے اور زانو سستی کر رہے تھے۔ ایک ایک قدم بار تھا۔

ہونٹ ٹھنڈک سے نیلے پڑ گئے تھے۔ اپنے سر کو سینے کی طرف ڈال دیا۔ اور بیوی سے کہا:

"اب چلا نہیں جاتا" ضعیفہ نے شوہر کی صورت دیکھی، ابوذر کی آنکھوں سے بیہوشی جھانک رہی تھی۔ افتاں و خیزاں نہ جانے کس طرح بیٹی اور ضعیف بیوی ابوذر کو اس خیمے تک لے گئے۔

جہاں صحابئ رسولِ اسلام کا سچا ماننے والا، حکومت جبر کا مخالف، جاں بلب ہے، اور ربذہ میں جلاوطنی۔ ناسازگاری دنیا۔ تنگئ معیشت اور مرض الموت سے اس عالم میں

بھی اپنی متانی شکیبائی کے لئے خراج دے رہا ہے۔
آہ! ایک مہاجر، نہیں جلاوطن، نہیں مقید و نظر بند
رہنے کی سنسان جھونپڑی میں کرب نزع سے ایڑیاں
رگڑ رہا ہے۔ مگر یہ ملہوف و مکروب و محبوس و مقید انسان
کامل خوش ہے کہ اس کے خلیل و محبوب کے قول کی تصدیق ہو رہی
ہے۔

"اللہ اس پر رحمتیں نازل کرے۔ اکیلا چلتا ہے تنہائی
میں مرے گا۔ اور تنہا قبر سے اٹھے گا"۔

سرمایہ دارانہ نظام کو منقلب کر دینے والا بستر مرگ
پر کروٹیں بدل رہا ہے۔

عفریت امارت و تشدد و طاقت جور کے آگے کبھی سر
نہ خم کرنے والا۔ موت کو خوش آمدید کہنے کے لئے بہت مضطرب
ہے۔ عزرائیل کے استقبال کے لئے، اُف! انتظار کے یہ
لمحات کاٹے نہیں کٹتے۔

اس کی پاک دامن، باعفت اور نیک سیرت، بیوی اور
اس کی بھولی بھالی، غریب بیٹی کا جگر شق ہوا جا رہا ہے۔

کفن کہاں سے آئے گا۔ قبر کون کھودے گا۔ اے
چشم فلک تو نے کب دیکھا ہے کہ بیوی، اور بیٹی میت کے
لئے قبر کھودے، اور دفن کرے۔

"عزم و استقلال میں جنبش ہوئی - اور کائنات لرز گئی"۔
اس نے فرمایا:- (بیوی سے مخاطب ہو کر)

"آنسو پونچھ ڈالو - اور سرِ راہ جا کر آنے والے قافلے کا انتظار کرو"۔

پھر اس نے اپنی اشکبار و ملول و غمزدہ بیٹی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"ہمارے غسل و کفن و دفن میں شریک ہونے والے لوگوں کو ہماری طرف سے قسم دے دینا اور بغیر کھانا کھلائے واپس نہ جانے دینا"۔

فرمانبردار و مطیع بیٹی نے سر جھکا دیا - اور عالم یاس میں منھ کو ہاتھوں سے چھپا کر بے اختیار خزانہ چشم سے آبدار موتیوں کو لٹانے لگی۔

اور وفا شعار بیوی نے اک درد بھری آہ کھینچی، اُس خاتون کے لبوں کی غیر ارادی جنبش سے یہی الفاظ نکل رہے تھے، "قافلے جا چکے، رہگذر سنسان ہے - زبدہ ویران ہے، بیت اللہ کی زیارت کے مشتاق منزل کے قریب ہوں گے۔

اُف ۱۳۱۲ھ کی ۸ ذی الحجہ کتنی نامبارک و نامسعود ہے - کہ میرا سہاگ اس بڑھاپے میں اجڑ رہا ہے جب کہ میرا کوئی سہارا نہیں۔

آخر کار تعمیل حکم میں یہ محترم خاتون، پریشان و تباہ حال، روتی ہوئی آنکھوں اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ۔ ربذہ کی اس سنسان گزرگاہ پر بیٹھ گئی۔ جو مکہ معظمہ کو جاتی ہے اور عراقی حاجیوں کے قافلے جہاں سے ہو کر گزرا کرتے ہیں۔

یہ ضعیف و دل شکستہ سفید بالوں والی خاتون کئی بار گزرگاہ تک گئی اور ناکام واپس آئی۔ کیونکہ ثواب حج کا اشتیاق جانے والوں کو پہلے ہی مکے کھینچ لے گیا تھا۔ اور یہاں وہ جو کہا کرتا تھا کہ:۔

"میرے سفید ہونے والے بال اور میری تیلی ہونے والی ہڈیاں مجھے نا امید نہیں کرتیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات نہ کر سکوں گا"

قید حیات کی زنجیروں کو تیغ نفس سے جلد جلد کاٹنے کی آخری کوشش میں مصروف و منہمک تھا۔

جو زندگی بھر جابر حکمرانوں اور سرمایہ پرستوں سے مصروف پیکار رہا۔ جو محمد وآل محمد کے پیغام حق کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اپنی ہر سانس وقف کر چکا تھا۔ جو مرد باوفا تھا۔

مگر حق پرستوں کے لئے!

"جو تند خو اور شمشیر برہنہ تھا ۔۔ مگر باطل پرستوں کیلئے!"

جس کی زبان سے ہمیشہ سچ نکلا۔ اور صداقت کو جس پر ہمیشہ ناز تھا۔ سچائی جس کی لب بوسی ہمیشہ فخر کرتی رہی۔

اور حسن کی فکر بابندد تحقیق علمی نے ہمیشہ حق و باطل
میں فرق پیدا کیا۔ جو تنگ آکر کہا کرتا تھا۔
"یہ امرار بنی امیہ مجھے قتل کی دھمکیاں دیتے تھے حالانکہ
اب زمین کا پیٹ اس کی پشت سے مجھے کہیں زائد محبوب ہے۔"
ہاں وہی صحابی بزرگ، عاشق محمدؐ، فدائے اسلام،
گھنے بالوں والا۔ گندم گوں، اور دراز قامت انسان جو تہذیب
اخلاق تدبیر منزل سیاستِ مدن کے نقطہائے نظر سے
انسان کامل تھا۔ اس عالم تنہائی میں دم توڑ رہا ہے۔
اس کی فرمانبردار بیٹی اور وفا شعار بیوی دونوں اپنے
اپنے سینوں میں غم واندوہ کے شعلے چھپائے ہوئے اور آنکھوں
میں آنسوؤں کے طوفان روکے ہوئے، تعمیلِ ارشاد
میں مصروف ہیں۔
مستقبل کے خوش نصیب مہمانوں کی ضیافت بیٹی کو
تفویض ہوئی ہے۔ اور مہمانوں کا استقبال و خیر مقدم بیوی
کے سپرد کیا گیا ہے۔
مرنے والے اپنے ورثار کے لئے دولت و مال چھوڑتے
ہیں۔ مگر واہ رے جانباز، اور سخی تیری میراث، تیری سیرت ہے،

تیرے محاسن، اور تیری زندگی کے سبق آموز کارنامے ہیں جن سے صرف اہلِ خاندان ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر انسان جتنا چاہے بقدرِ استعداد خود استفادہ کر سکتا ہے۔

آہ! ربذہ کی سنسان رہگزر پہ باوفا بیوی کو شوہر کے کفن اور دفن کے لئے کسی آنے والے قافلے کا انتظار ہے۔ یہ انتظار بھی عجیب و غریب ہے یہ اس سے کہیں زائد شدید انتظار ہے۔ جو سائل کو جواب کا ہو، جو مریض کو شفا کا۔ مقید کا رہائی کا۔ مسافر کو منزل کا، جو زخمی، مجبور، غیرت دار۔ خود دار۔ اور بہادر سپہ سالار کو میدانِ جنگ میں موت کا۔

ضعیفہ کی آنکھیں آنسوؤں کے بجائے خون اگل رہی تھیں اور اب تو وہ خونیں آنسو کربناک آہوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

آنکھیں راستے پر لگی ہوئی تھیں۔ دفعتہً دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اور منتظر آنکھوں سے آنسوؤں کے پردے ہٹائے گئے تو اٹھتے ہوئے غبار صحرا سے پتہ چلا کہ شاید کوئی قافلہ اپنے اونٹوں کو تیزی کے ساتھ

maablib.com

بھٹکتا ہوا چلا آرہا ہے۔ صدائے جرس اس صحرائے غم میں شعاعِ امید کے مانند افقِ اضطرار سے پھوٹ کر نکل رہی تھی یہ دل شکستہ و پریشان حال ضعیفہ جس کے سفید و سیاہ بالوں میں گردو غبار کے ساتھ ریت کے ذرے یوں چمک رہے تھے جیسے قبر کی سفید لوح پر چراغ جھلملا رہے ہوں۔

ایک ہاتھ سے اپنے دلِ گرفتہ کو سنبھالتے ہوئے اور ایک ہاتھ سے کارواں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بزرگ خاتون نے چیخ کر قافلے والوں سے رکنے کے لیے التجا کی۔

اس کی آوازِ اضطرار اس ویرانے میں صدائے بازگشت نہیں تھی بلکہ ایک درد میں ڈوبے ہوئے پُر تاثیر راگ کے مانند اہلِ کارواں کے قلوب کو مسخر کر لینے والی آواز تھی۔

قریب آنے والی قافلے کی مختصر جماعت کا ہر فرد محوِ حیرت ہو گیا کہ اس ویرانے میں یہ کون بیکس عورت ہے جس نے ہمیں مدد کے لیے پکارا۔

"کیا یہ ضعیفہ اکیلی ہے اور راستہ بھول گئی ہے؟
یا اس کے ساتھیوں کو قزاقوں نے مار ڈالا ہے۔ اور سامان
لوٹ کر تنہا جان دینے کے لئے چھوڑ دیا ہے؟"

مگر! افسوس!

جب اہل کارواں نزدیک آئے اور کسی بات سے قبل یہ بات سنی کہ وہ غیور و خوددار، شجاع، اور عادل صحابی جس کے متعلق صدیق و امین پیغمبر اسلام کا قول تھا:-

"یہ ہم سے اسی حالت میں مر کر ملاقات کرے گا جس حالت میں ہم اسے آج دیکھ رہے ہیں۔"

اور جو اس بشارت سے خوش تھا، انتقال کر گیا ہے۔

تو فوراً وہ اپنے اونٹوں سے کود پڑے۔ اور حزن و عبرت کے ملے جلے تاثرات ہر ایک کے بشرے سے صاف عیاں تھے۔

علقمہ ابن اسود نخعی کے قول کے مطابق:-

"وہ اور مالک اشتر مع ایک جماعت کے جن میں احنف بن قیس تمیمی، صعصعہ بن الصوحان العبدی۔ خارجہ بن الصلت تمیمی۔ عبداللہ بن مسلمتہ۔ ہلال بن مالک، جریر بن عبداللہ،

اسود بن یزید نخعی، علقمہ بن قیس وغیرہ شامل تھے۔ اس غریب الدیار کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ مالک اشتر نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور بعد دفن قبر کے پاس کھڑے ہو کر اشکبار آنکھوں اور لرزتی ہوئی آواز کے ساتھ نہایت پُر درد اور موثر انداز میں کہا۔

"اے خدا یہ تیرے محبوب کا دوست ہے جس نے تیری رضا کے لئے عبادت کی اور مشرکوں سے منافقوں سے جہاد کیا۔ جس نے امورِ الٰہی میں اور دینی کاموں میں تغیر و تبدّل کو کسی طرح بھی روا نہ رکھا اور جب دین میں بدعتیں ہوتے دیکھیں تو انکار کیا اور مجاہدہ کیا اسی لئے وہ مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ جلا وطن کیا گیا۔ اس کی تذلیل و توہین کی گئی۔ اس کے حقوق ضبط کر لئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ عالم غربت میں مر گیا۔ اے خدا اس کو ذلیل و رسوا کر جس نے اس کو اپنی طاغوتی طاقت۔ اور شیطانی تہوّر کے ساتھ اس کو اس کے حق سے محروم

رکھا۔ اس پر ظلم کیا۔ اور تیرے رسول کے حرم و ہجرت کے مقام سے بجبر نکال دیا۔"

اور جب یہ مختصر جماعت قبیلہ بنی غفار کے بیش بہا خزانے کو مادر گیتی کی آغوش میں اماناً سپرد کر چکی تو معلوم ہوا کہ ہم اس کی وصیت و قسم کے مطابق بغیر کھانا کھائے نہیں جا سکتے۔

اس فاقہ کش، جلا وطن، غریب، و مفلس انسان کامل کا یہ جذبہ مہمان نوازی بھی اس کے علم و کمال کا عجیب نمونہ تھا۔ خود جس کی موت اور جس کے بیٹے کی موت گرسنگی اور فاقہ کشی کی بدولت واقع ہوئی تھی۔

مرنے والے کو یہ گوارا نہ تھا کہ جو لوگ میرے شریک غم ہوں مجھے کفن دیں۔ غسل دیں۔ اور دفن کریں۔ وہ بھوکے واپس چلے جائیں۔

اور یہ ممکن بھی کیسے تھا جب کہ مرنے والا زمانہ حیات میں حسن سلوک، اور وسیع الاخلاق میں اپنی مثال آپ تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس انسان کامل نے

maablib.com

فلسفۂ حیات کا غائر مطالعہ کیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ مادی خواہشات و لذائذ دنیاوی سے متنفر تھا۔ اس کی نظر میں افراط و تفریط قبیح و مذموم اور صرف اعتدال جمیل و محمود تھا۔ وہ میانہ روی و اعتدال کا مشتاق و مشایق اور ظلم و اسراف کا زبردست مخالف تھا۔

اس نے معقولات کے معقول نظریات اور اسلام کے فطری رجحانات و مفید قوانین میں ایک ایسی عملی ہم آہنگی پیدا کردی جو تاریخ اسلام میں ایک سنہرا باب ہے۔ اس لئے کہ اسلام اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے کبھی مفکرانہ کبھی کسی غیر معقول بات نہیں تسلیم کیا۔

اس مفکر، فلسفی، صحابی بزرگ نے جادۂ اعتدال سے منحرف۔ افراط و تفریط و بدائت میں مبتلا مسرفین و ظالمین کے خلاف ایک محاذ قائم کیا تھا اور اس مقدس محاذ سے عدالت و تفضل کی نشر و اشاعت کی جاتی تھی۔

جس کی تعلیم اس مرد مجاہد کو رسول اسلام نے دی تھی جو لوگ لذائذ جسمانی مثلاً اطعمہ و ملبوسات و مناکح

کے حریص و طامع ہیں۔ یقیناً ان کی نظر میں یہ ایک زاہد خشک ہو گا۔ مگر جو لوگ دنیا میں رہ کر اپنا اور موجودات کا صحیح مصرف جان گئے ہیں یا معرفت حقائق کی جانب جن کا میلان ہے۔ یقیناً ایسے انسانوں کی نظر میں وہ انسان کامل تھا۔

اس کے زہد و اتقا کا یہ عالم تھا کہ وہ کہا کرتا تھا میں دنیا سے بیزار ہوں۔ مجھے یہاں کی ہر شے سے جو گناہ کی طرف لے جانے والی ہو نفرت ہے۔ میں یہ خشک روٹی بھی اس لئے کھاتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کی مجھ میں طاقت رہے، اور یہ دو کپڑے بھی اس لئے پہنتا ہوں کہ موسمیات کے تاخت و تاراج سے محفوظ رہوں۔ اور ستر عورت نہیں کر سکوں۔ نہ وہ کسی شے کے تلف ہو جانے سے زائد غمگین ہوتے تھے اور نہ کسی شے کے حصول سے بے انتہا مسرور، یہی وجہ تھی کہ جب یہ مژدہ سنا کہ ان کے گلے کی بھیڑوں اور بکریوں نے خوب بچے دیئے ہیں۔ جن سے فائدے کی کافی امید ہے تو کیفیت نشاط نہیں طاری ہوئی۔ اور جب بادیہ غربت میں خود گرسنگی سے مرنے والے اپنے کمسن بیٹے کو سپرد خاک کیا تو کیفیت افراط حزن سے اضطراری کلمات منھ سے

نہیں نکالے بلکہ کہا۔

" وہ خدا کی امانت تھی جہانِ فانی سے جہانِ باقی میں چلی گئی"۔

کیا وہ دولت و حکومت کا حریص تھا؟

"ہرگز نہیں"!

یہ ایک نہایت نامعقول بات ہے، وہ تو صرف حصول و اکتسابِ علم کا حریص تھا۔ صرف اتباعِ حق میں طامع تھا، اور اس بات کی شہادت خود بابِ مدینۃ العلم نے دی ہے۔

اور وہ خود بھی کبھی کہا کرتا تھا:۔

"کہ ہم پیغمبرِ اسلام سے اس وقت جدا ہوئے جب فضائے آسمانی میں اڑنے والے طائروں میں بھی کوئی ایسا نہ رہا کہ اس کے متعلق ہمیں کوئی خاص بات نہ معلوم ہو گئی ہو"۔

وسعتِ علم

اسی وسعتِ علمیہ کا نتیجہ یہ تھا کہ حزن و نشاط
کے طاری ہونے والے کیفیات اس صحابی بزرگ کو جادۂ
اعتدال سے ہٹانے میں ہمیشہ قاصر رہے۔
اس نے اپنی قوتوں کو اکتساب سعادات وحصولِ
فضائل کے لئے محدود و محصور کر لیا تھا۔ وہ غریبوں
مسکینوں، یتیموں اور بے سہارا بیوہ عورتوں کا ہمدرد
و مونس و غمگسار تھا۔ اور دولتمندوں کا دشمن، وہ
دولتمند جو دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ چنانچہ

سرمائے کی طاقت سے غریبوں کا خون چوستے ہیں۔ جو غربا اور مجبور انسانوں کو اپنے خبیث مقاصد کے واسطے استعمال کرتے ہیں اور ان کی محنت سے حاصل ہونے والے منافع کو اپنے تعیش و ہوسِ شہوی کے پورا کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ جو تقسیم دولت اور حسبِ ضرورت حصولِ منفعت کے سخت مخالف ہیں۔ جو سونے کے سکوں سے انسانی زندگی کو خرید کر برباد کرنا چاہتے ہیں۔

مگر وہ آج سے جو تقریباً چودہ سو برس قبل دولت کی حسبِ ضرورت و حسبِ احتیاج تقسیم کا زبردست حامی تھا اور مال جمع کرنے کا کھلا ہوا مخالف، خلوت اور جلوت، مجلس اور گوشۂ تنہائی۔ کنج اور بازار میں قصرِ امیر کے قریب بار بار اور بہ بانگِ دہل قرآنِ مجید کی حسبِ ذیل آیت سنایا کرتا تھا:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقون فی سبیل اللہ فبشرھم بعذابٍ الیم ط

اس انسانِ کامل کا مسلک ظاہر ہے کہ امیروں اور

دولتمندوں کے مسلک کے بالکل برعکس تھا ۔ وہ سونے اور چاندی کو زیورات و ظروف کی شکل میں مقید کر لینے کی مخالفت کرتا تھا۔ اس لئے کہ دولت کو تجوریوں میں مقفل کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے ہونے والے فوائد و منافع کو جن میں قوم و ملت بلکہ بنی نوع انسان میں ہر فرد کا حصہ بقدرِ محنت و استحقاق ہو سکتا تھا ۔ مطلقاً صرف ایک شخص یا افراد کی جاگیر بنا کر مقید کر دیا گیا ہے ۔ اور عامتہ الناس و نوعِ انسانی کو اس سے محروم کر دیا گیا ہے ۔

maablib.com

واضح نظریہ

یہ صحابی بزرگ قوم پر یہ امر واضح کر دینا چاہتا تھا کہ دولت کو سونے چاندی یا جواہرات کی شکل میں مقید کر کے دفن کر دینے سے کہیں بہتر ہے کہ اس دولت کو پھیلا دیا جائے۔ نفع بخش اور فائدہ رساں کاموں میں لگا دیا جائے اور اتنی وسعت دی جائے کہ ایک دوسرے کو اور اس سے کسی اور کو مسلسل فائدہ پہنچتا رہے۔

اسے اپنے خلیل پیغمبر اسلام کا وہ قول خوب یاد تھا۔ صرف یاد ہی نہیں بلکہ وہ اس پر عامل بھی تھا۔

یا ابا ذر!

ما اقول لک لغات یاتی رجلا من
اعقل ما اقول لک لغات یاتی رجلا من
المسلمین خیر له من احد ذهبا یترکه ورائه

اسے سمجھو جو کچھ میں کہتا ہوں قطعاً ایک
بکری جو کسی مسلمان کے پاس ہو وہ اس سے
بہتر ہے کہ احد کے برابر اس کے پاس سونا
ہو اور وہ اس سونے کو اپنے بعد چھوڑ جائے"
اس سے مقصود یہی ہے کہ آدمی کے لئے بکری کا ایک
بچہ زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ یہ ایک بڑھنے اور پھیلنے والی
چیز ہے۔ برخلاف اس کے کہ سیم و زر کو سمیٹ کر اور اکٹھا
کرتے ہوئے مقید کر دیا جائے۔ کیونکہ اس فعلِ شنیع سے
بنی نوع انسان میں سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

بلکہ ذخیرہ اندوزی کے ردِ عمل میں افلاس و غربت و
فلاکت کا ایک عالمگیر طوفان جنم لے گا جو قوم و ملت کے
واسطے مرضِ مہلک اور سمِ قاتل ہے۔

ذخیرہ اندوزی

اور وہ اس لیے کہ فرد کی ذخیرہ اندوزی سے افراد کا دائرۂ عمل تنگ ہو جاتا ہے۔ جس کو موجودہ دور میں قوتِ عمل کی کمزوری یا فقدان کا نام دیا جاتا ہے۔ درحقیقت قوتِ عمل کی کمی۔ ضعف یا فقدان کا واضح مطلب یہ ہے کہ وسائل و اسباب کی کمی۔ ضعف۔ یا فقدان۔ اور جب کہ یہ بھی امر مسلّمہ ہے کہ مادی کامرانی معاشی یا اقتصادی کامیابی قوتِ عمل کا نتیجہ ہوا کرتی ہے نہ کہ قوتِ فکر کا، اور قوتِ عمل کا ظہور محصور ہے مادّی اسباب و وسائل پر

ذخیرہ اندوزی کی ذخیرہ اندوزی قوتِ طاغوتی ذ فرعونی کے مانند مکمل قبضہ جابرانہ حاصل کر لیتی ہے۔ پھر ایسے وقت میں دنیا کا بڑے سے بڑا مفکرِ دانشمند بھی اضطرار میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ اگر یہ مان لیا جائے۔ اور یہ ماننا ہی پڑے گا کہ حقیقتِ شے یا حقائقِ اشیاء کائنات کا علم بالیقین اور اس معرفت سے مستنبط ہونے والے نتائج پر عمل بالامکان کمالِ انسانیت ہے۔ کیونکہ تنہا معرفت کو فلسفہ نظری کا کمال تصور کر لینا کمال کی توہین ہوگی۔ اس لئے کہ معرفت کا ردِ عمل بالامکان کے سوا کچھ بھی نہیں اور ایسا کوئی علم نہیں جو اپنے ردِ عمل اور نتائج سے محروم ہو۔ لیکن!

افسوس کہ اس دنیا میں کچھ فرعونی قوتیں ایسی بھی ہیں جنہوں نے علم و معرفت کے رد عمل کو ظاہر ہونے سے روکنے کی کوششیں کی ہیں۔ اور وہ ہیں جنہوں نے نوعِ بشر کو غربت افلاس کا شکار بنا کر ان سے فعلِ حسن کے ظہور کو منقطع کر رکھا ہے۔

نتیجہ اس کا یہ ہے کہ مفکر اقل قبجین کو اختیار کرنے کے

سوا کوئی امکان نہیں رہتا۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اضطرار میں ذہن غیر متوازن ہوتا ہے تو یقیناً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ غیر متوازن ذہن کا فیصلہ اور نتیجہ نکالنے کی قوت ناقص ہوتی ہے۔ یہاں پر غیر متوازن ذہن کے تصور کے ساتھ ساتھ چند باتیں فطری اعتبار سے زیرِ غور آتی ہیں۔

MAAB 1431
maablib.com

اِضطرار

کیا مضطر کا ذہن حالتِ اعتدال پہ قائم رہ سکتا ہے؟

اس کا جواب خود مضطر بھی اثبات میں نہیں دے سکتا۔

لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اضطرار کا ردِ عمل ذاتِ مضطر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ کم از کم اس کی ذہنی حالت غیر متوازن ہو جائے۔

بالفرض اگر مضطر کا ذہن حالت اعتدال پر قائم ہو تو اضطرار کا ردِ عمل ذات مضطر میں کیا اور کیسے سمجھا جائے۔

جب قوت انتاج کا اثرِ اضطرار سے متاثر ہونا لابدی یقینی ہے تو ظاہر ہے کہ فیصلہ فکر و نتیجہ تدبر بھی ناقص ہو گا

اگر ایسا ہی ہے تو میری نظر میں عقل و علم کا فائدہ کم از کم یہ ہے کہ وہ حالات و واقعات سے صحیح نتیجہ استنباط کر سکے۔ اور ماضی و حال کے مطالعے سے مستقبل کے لئے صحیح فیصلہ اخذ کر سکے،

کیا اضطرار علم و عقل پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اس کے فعل کو باطل کر دے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہے تو کرۂ ارض کی تمام آبادی سوائے چند سرمایہ داروں کے باقی سب جاہل اور پاگل قرار پاتی ہے۔ اور اسی فرعونی گروہ نے کائنات کے ہر غریب و مفلس انسان کو مجنون اور احمق ثابت کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں، منجملہ ان کے ایک مسئلہ قدر بھی ہے جیسا کہ ان کی غلط فہمی کا سبب اور شاطرانہ و شیطانی سیاست کا عنوان مسئلہ قدر کو ماورا ادراک تصور کرنا اور منوانا ہے۔ ہماری نظر میں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک عظیم طاقت جب توفیق خیر دیتی ہے تو انسان سے نیکیاں ہی سرزد ہوتی ہیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جب ایک عظیم شیطانی قوت جب انسان پر مسلط ہوتی ہے تب ہی اس سے برائیاں ظہور میں آتی ہیں۔ اور اگر حسن اتفاق اور سوء اتفاق۔

انسانی کردار میں درپردہ کارفرما ہے تو ہر دو صورت میں انسان کٹھ پتلی کے سوا کچھ نہ رہا۔ کبھی کسی عظیم طاقت کے ہاتھ کا کھلونا اور کبھی بخت و اتفاق کے پر اسرار وجود کا غلام، ہماری نظر میں یہ دونوں نظریئے انسانیت کے لئے بے انتہا توہین آمیز اور انسان کے واسطے بے حد مضرت رساں و گمراہ کن ہیں۔ کیونکہ اگر ہم آنکھیں کھول کر دیکھیں تو ان سب چیزوں کی تہہ میں اقتصادی بدحالی، عسرت اور غربت و افلاس کارفرما ہے جس کا خالق خود سرمایہ دارانہ نظام اور طبقہ قارونی ہے جس نے اس مادی دنیا کے پرستار کی حیثیت سے جو اصول عزت، ارکانِ شرافت، معیارِ فضیلت اور رسوم مجد و بزرگی قائم کئے ہیں۔ وہ قطعاً باطل ہیں۔ اور ان باطل اصولوں کے خلاف آواز اٹھانے والا۔ غریب، مفلس، احمق، جاہل، باغی، مزدور، کمینہ اور نہ جانے کیا کیا قرار پاتا ہے۔

افسوس اور تعجب کہ باطل نظام اتنا استوار اور اتنا طاقتور ہو چکا ہے کہ ہم اس سے ٹکرا کر خود فنا ہو جاتے ہیں اور اس میں کوئی تنزلزل نہیں۔

ایک بڑی قوت کی ضرورت ہے ۔ ایک عظیم طاقت کی ضرورت ہے ۔ انسانیت سسک رہی ہے اور انسان بھوک سے مر رہا ہے ۔ درآنحالیکہ کروڑوں کی دولت بیکار پڑی ہے ۔ اور کروڑوں ٹن اناج گوداموں میں پڑا سڑ رہا ہے ۔ ایک طبقہ نشۂ اقتدار سے چُور، نخوت سے مخمور اور دولت سے معمور ہو کر، شراب، رقص، موسیقی، حسن، شباب، قیمتی ملبوسات، نفیس اغذیہ اور کشادہ و سر بفلک عمارات، میں تعیش و سرور و بہار زندگی سے ہم آغوش ہو کر عفریت و اہرمن کا پجاری بنا ہوا ہے ۔ اور ایک طبقہ روٹی ۔ کپڑا ۔ مکان ۔ دوا ۔ اور تعلیم کے قحط سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہے ۔

خدا کی صد ہزار بار لعنت ہو اس مخلوق پر جس کی اقتصادی و معاشی ناکہ بندی نے گروہ غرباء میں سے بعض کو مضطر اور بعض کو مایوس بنا دیا ہے ۔

مضطر تو ان کو بنا دیا ہے جن کی وسعت فکر کے باوجود ان پر دائرۂ عمل کو انتہائی تنگ اور محدود تر بنا دیا ہے ۔ اور مایوس وہ ہیں جن کی فکر کو بھی ان کے عمل کے

ساتھ ساتھ عاجز و مفلوج بنادیا گیا ہے۔
ایسی صورت میں غربار کی تقسیم کم از کم دو گروہوں میں کی جاسکتی ہے۔
ایک گروہ وہ ہے جو مضطر ہے۔
دوسرا گروہ جواب مایوس و ناامید ہوچکا ہے۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.com

مایوس و مضطر

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ گروہ اوّل کے افکارِ عالی کو قارون کی کمندِ ابھی مقید نہیں کر پائی ہے بلکہ صرف حرکت و فعل و عمل اختیاری سے عاجز کر دیا گیا ہے۔

اور دوسرے گروہ کے فکر و عمل دونوں پر فرعونی اقتدار نے اپنا کامل تسلّط و قبضہ جابرانہ کر رکھا ہے۔ اس روشنی میں ہمیں مضطر کی تعریف یہ کرنا پڑے گی کہ

"مضطر وہ ہے جو بقائے حیات کے لئے اختیاری اور جائز کوشش سے معذور کر دیا گیا ہو"۔

"اور مایوس کی تعریف یہ ہو گی کہ جو بقائے حیات کے لئے اختیاری کوشش کو ناممکن العمل یقین کرتا ہو"۔

ایسے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید اور سیرتِ ابوذرؓ کا یہ اعلان عام ہے کہ:۔

لا تقنطو من رحمتہ اللہ

اور مضطرین کے لئے ابوذر کا یہ قول مشعل راہ ہے کہ "ابوذر حق کہنے سے نہیں باز آئے گا۔ خواہ اس کی رگِ گردن پر تلوار کی دھار ہو"۔

ابوذر خصوصاً اور دنیا کے ہر مضطر کے اضطرار کا ردِ عمل بے پناہ طاقتور اور عظیم ہے۔ جس سے کائنات فرار نہیں اختیار کر سکتی۔ اضطرار کا ردِ عمل ایک عظیم طوفانی حرکت اور ایک طاقتور انقلاب ہے۔ یہ انقلاب وہ ہے جو ذاتِ مضطرین بھی رونما ہوتا ہے اور گروہ مخالف پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

یہی وہ تغیر جلیل ہے جو ذاتِ مضطرین ارتقاد

انتقام کے عظیم و مستحکم جذبات کی تخلیق کرتا ہے مگر یہ ارتقاء تنہا اس کی ذات کے لئے نہیں ہوتا بلکہ پوری بنی نوع انسان پر اپنے حسین و جمیل اثرات مرتب کرتا ہے اور یہ انتقام بھی ذاتی نہیں ہوتا بلکہ کائنات کے ہر مظلوم کا انتقام کائنات کے ہر ظالم سے ہوتا ہے۔

جذبۂ عروج وارتقاء کو تو بہر حال ممدوح و مستحسن و جمیل و نیک قرار دیا جائے گا۔

لیکن جذبۂ انتقام کو شاید چند احمق اور جاہل مذموم و سفیح و مقبوح قرار دیں۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ارتقاء و انتقام دونوں معیار عقل کے عین مطابق ہیں۔

اولاً تو یہ کہ جذبۂ انتقام کی تخلیق کا محرک غیر ارادی طور پر خود وہ نظامِ ظلم ہے جس سے مضطر انتقام لینا چاہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر انتقام کوئی مذموم و مقبوح شئے ہوتی تو خود اللہ کا نام المنتقم نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ انتقام حفاظت خود اختیاری کے لئے معاون اور قصر مستحکم ہے۔

چوتھے یہ کہ انتقام ہی کی قوت سے طاقتور نظامِ ظلم سے جنگ ممکن ہے۔ اور چونکہ یہ جنگ قیامِ حیات اور نوعی مفاد کے واسطے ضروری ہے۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے۔ اور یہی کہا جائے گا کہ اس عالمگیر جنگ میں غیر جانبدار رہنے والا خود بھی ظالم ہے اور جابرانہ نظام کا غیر شعوری طور پر معاون بھی۔ لہٰذا انتقام کی ہولناک آگ کو اسے بھی خاکستر کر دینا پڑے گا۔

ابوذر غفاری جو ایک انسانِ کامل۔ مردِ مجاہد صحابئ رسول۔ نوعِ البشر کے بہی خواہ نے خاص طور سے نظامِ جور، دنیا کی بے راہ روی۔ دنیا کی سرمایہ پرستی۔ دنیا کی دولت اندوزی۔ اور دنیا کی شہوت رانی کو دیکھ کر اکثر و بیشتر اس کی تحقیر و تذلیل کی ہے اور نہایت صاف الفاظ میں کہا ہے۔

خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں چراغِ ہدایت بجھا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کذب و دروغ کو حیاتِ تازہ بخشنے کی مہمل سعی میں اہلِ دنیا مصروف ہیں۔ سچے جھٹلائے جا رہے ہیں۔ اور جھوٹوں کی عزت ہو رہی ہے۔

maablib.com

بغیر تقویٰ کے لوگ خود غرضیاں اختیار کر رہے ہیں۔ اور پرہیزگاروں کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

اور کبھی دنیا کے اعمال قبیحہ و افعال مذمومہ کو دیکھ کر جو اس کی ذخیرہ اندوزی کے سلسلے میں پیدا ہوتے ہیں عجیب انداز میں متنبہ کیا ہے۔

"جو لوگ سونے اور چاندی کو مقید کرتے ہیں وہ شعلے بن کر ان سے لپٹیں گے جب تک کہ اسے راہ خدا میں نہ صرف کر دیں۔"

یہ وہ تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس مرد بزرگ کو اعلان حق سے نہیں روک سکتی تھی۔

اس کے ترویج و تبلیغ و اشاعتِ حق کے سلسلے میں فصیح و بلیغ جملے خرمنِ باطل پر برق خاطف اور مفلوک الحال غریب بندگانِ خدا کے لئے نسیم سحری کے جھونکوں کی طرح آتے اور چلے جاتے۔

آفتابِ نبوت نے بنی غفار کے چاند کو جو نور علم و زہد عطا کیا تھا اس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ یہ انسان بزرگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہر قسم کے شدائد و

نوائب و آلام و مصائب کو برداشت کر کے اور کسی بھی مادّی طاقت کے آگے نہ جھکے۔

وہ ڈرتا تھا اور صرف خدائے بزرگ سے، وہ پرستش کرتا تھا اور صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی۔ وہ محبت کرتا تھا اور صرف ان سے جن کی محبت کا اس کے خلیل رسول اور اللہ نے حکم دیا تھا۔

وہ دشمن تھا اور صرف دشمنانِ مسلکِ رسولؐ کا حتیٰ کہ خود علی مرتضیٰؑ نے بار بار فرمایا ہے:۔

"اللہ کی باتوں میں ملامت کرنے والوں سے نہ ڈرنے والا صرف ابوذر رہ گیا ہے"

باب مدینۃ العلم کا یہ قول اس عظیم انسان کے لئے طرۂ امتیاز و تاجِ شرف ہے۔ اور ایک سند ہے کہ جس کے بعد کوئی بھی عاقل و ہوشمند اس انسان بزرگ کے افعال و اقوال کو حرکات اتفاقیہ و اقوال مجذوبیہ سے نہیں تعبیر کر سکتا۔

اس مردِ عظیم اور انسان کبیر کی عظمت و جلالت کا اندازہ اس کے قول سے لگایا جا سکتا ہے جو بغیر وحی کلام ہی نہیں کرتا۔

من سرہ ان تنظر الیٰ زھد عیسیٰ بن مریم فلینظر الیٰ ابی ذر۔

"جو عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کو دیکھ کر مسرور ہونا چاہتا ہے وہ ابو ذر کو دیکھ لے"۔

ایک اور مقام پر سرور کائنات علیہ السلام وعلیٰ آلہٖ نے اس ستارۂ تاباں کے قول وزبان و گفتار کی تصدیق فرمائی ہے۔

"ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی لہجۃ اصدق من ابی ذر"۔

"کسی ایسے راست گو پر آسمان نے اپنا سایہ نہیں ڈالا اور نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا جو ابو ذر سے زائد سچا ہو"۔

یہی صدیق اللہجہ وراست گفتار کہا کرتا تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ:۔

"اگر ابو ذر کی اس رگِ گلو پر تلوار کی دھار بھی رکھ دی جائے اور کسی سچی بات کی تصدیق اس سے رہ گئی ہو تو وہ اسے نافذ کر کے رہیگا"۔

کبھی جوشِ محبت میں اپنے خلیل کی یہ وصیّت بھی

دہرایا کرتا تھا کہ :-

"میرے دوست نے وصیت کی ہے کہ میں سچ بات

کہوں خواہ وہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو"۔

اور یہ قول بھی اسی نڈر بے خوف اور عزم بالجزم رکھنے

والے راست زبان کا ہے :-

"کہ ان حکمرانوں کی اطاعت ہم پر ضرور فرض

ہوتی اگر یہ تین باتوں میں مانع نہ ہوتے۔

(۱) بھلائی اور نیکی کی تعلیم و اشاعت میں۔

(۲) برائیوں خباثتوں اور رذائم سے روکنے میں۔

(۳) سنتِ محمدی کی تبلیغ و تقلید کرنے میں۔

آہ! یہ شکوہ زبان پر نہ آتا اور اہلِ دول اور امراء

اس مردِ آہنی کو نیکی کی تعلیم دینے سے نہ روکتے اور برائیوں کو

دور کرنے والے کے سدِ راہ نہ ہوتے اور شرعِ محمدی کے

اتباع اور اشاعت سے نہ روکتے۔ کاش ایسا ہوا ہوتا!

کیا ایسا ہی ہوا ؟

اس کا جواب ربذے کی وہ ویران جھونپڑی دے گی

جہاں امارت و سرمایہ پرستی کے خلاف جنگ کرنے والے نے عالم بیکسی میں جان دی۔

یا منا ظرہ دے گا جو دربار خلافت سوم میں کعب احبار اور ابوذر غفاری کے مابین مسئلہ کنز پر شدت و برہمی کے ساتھ ہوا۔

صرف یہی نہیں بلکہ مسئلہ کنز (دولت اندوزی) پر وہ ابتدائی بحث جو ابوذر غفاری اور عامل شام معاویہ ابن ابی سفیان سے شدت و خشونت کے ساتھ عالم ظہور میں آئی۔ بیّن دلیل ہے کہ ابوذر کو تبلیغ و اشاعت دین محمدی سے روکا جاتا تھا۔

وہ لوگ جو سرمایہ پرستی و دولت اندوزی کو اپنا شعار حیات و طریقہ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔ حقیقی معنوں میں ظالم ہیں۔ کیونکہ ظلم کی تعریف ہے کہ کسی شے کو اس کے غیر محل میں صرف کرنا

وضع الشیء لغیر محلہ

اور دولت کا محل نہ تو یہ ہے کہ اس کو خزانوں اور تجوریوں میں مقید کر دیا جائے اور نہ یہ ہے کہ اسراف اور

فضول خرچیوں میں استعمال کیا جائے۔ بلکہ اس کا حقیقی مصرف اس کا حقیقی محل ہے۔

کانیزین یعنی سرمایہ پرست یا دولت اندوز جن لفظوں میں چاہے کہیئے! کیا کانیزین کی موجودگی میں غربت و افلاس و فلاکت کا خاتمہ ممکن ہے۔

کیا سرمایہ پرستی کی خصلت سے بنی نوع انسان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

کیا دولت اندوزی سے بنی نوع انسان کو کوئی نقصان پہنچتا ہے؟

یہ تینوں سوال ایک ہیں اور ان کا جواب وہی ہے جو نوع انسانی کا ہر فرد جانتا اور سمجھتا ہے۔

مگر نوع انسانی میں وہ جو کالانعام ہیں بلکہ اضل سبیل سے جن کو حیوانوں سے کمتر قرار دیا گیا ہے۔ وہ ہیں جنھوں نے نفس ناطقہ کو نفس سبعی و نفس بہیمی کا غلام بنا دیا ہے۔

اور جن کی نظر میں دولت اور عزت ایک مفہوم کے دو مرادف لفظ ہیں اور جو حصول علم کو حصول زر کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ جو لذات و خواہشات کی تکمیل میں مصروف و

منہمک ہیں

جن کی زندگی کا مقصد طعام و لباس و لذائذ جسمیہ کے ماسوا کچھ بھی نہیں۔ یہ حیوانوں سے بدتر اس لئے ہیں کہ حیوانات میں اور اُن میں معقولات اور معرفت حقائق کیلئے نفس ناطقہ نہیں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جانوروں کے افعال و حرکات پر انھیں سزا یا جزا کا مستحق نہیں قرار دیا جاتا۔

برخلاف انسان کے کہ وہ جب چاہے اپنے ارادے سے شے کو قوۃ سے فعل میں لا سکتا ہے اور جب کوئی غرض ذہن سے نکل کر خارج میں موجود ہو جاتی ہے تو وہ اس شے کا کمال ہوتا ہے۔ جب تک کسی شے کا وجود ذہنی ہو اس وقت تک نہ وہ مفید ہے نہ مضر بلکہ صرف اس کے سود و زیاں کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ اور جب وہ شے اس عالم ظاہر میں آجائے تو اس کے خیالات و نقائص اور اس کے محاسن و زمائم کائنات پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

مثلاً ایک سائنسداں کے دماغ میں ایک ایسا

نظریہ ہے کہ جس سے تپ دق کے مریضوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو جب تک یہ نظریہ اس کے ذہن میں ہے اس وقت تک یہ غرض ہے اور جب یہ نظریہ عالم وجود میں آجائے اس وقت یہ کمال ہے۔

بالکل اسی طرح علم کی حالت ہے کہ اگر وہ صرف ذہن انسانی میں محدود و مقید رہے۔ اس وقت وہ صرف غرض ہے اور جب اس پہ عمل شروع ہو جائے تو وہ کمال ہے۔

MAAB 1431
maablib.com

عالم بے کمال

پس وہ انسان جو محض جانتا ہے عالم بے کمال ہے بلکہ جاہلوں سے اور بے علموں سے بدتر ہے۔ ہزاروں اقوال اس امر کی تائید میں موجود ہیں کہ علم بغیر عمل کے ضائع ہوتا ہے اور بیکار ہے

مسئلہ کنز، تقسیم دولت، تقسیم محنت، حقوق الناس اور فرائض النسانی - یہ وہ اظہر من الشمس مسائل ہیں جنکو ہر فرد بشر جانتا ہے اور جن مسائل کے مفید یا مضر ہونے سے

تجربی واقف ہے۔ مگر ایسی دنیا میں دنیا اور انسان کے
ان دشمنوں کی کمی نہیں جو اس امر پر عمل کرنے سے گریز کرتے
ہیں بلکہ ان کا عمل ان کے علم کے منافی اور برعکس ہے۔
افسوس! وہ لعنت تو کرتے ہیں مگر خود ظلم سے
باز نہیں آتے۔ جھوٹوں کو برا تو کہتے ہیں۔ مگر خود کذب و
دروغ سے کوئی پرہیز نہیں کرتے۔
رشوت، سرمایہ پرستی۔ تعیش۔ جبر و تشدد۔ حرص
فی الدنیا۔ اور لذائذ بدنی کو معیوب و مقبوح و ملعون و
متعفن۔ تصور کرتے ہیں مگر دوسروں کے لئے جب وہی
باتیں اپنے اوپر صادق آتی ہیں تو اس کی مختلف توجیہیں
اور تعلیلیں پیش کرتے ہیں
وہ انسان بزرگ جس کا علم اس کے عمل سے اس
طرح متعاون تھا جیسے پانی کے ساتھ روانی سورج کیساتھ
روشنی آگ کے ساتھ حرارت، اور برف کے ساتھ برودت
چاہتا تھا کہ انسان انسان بن جائے۔ اچھائی کو برائی
سے اور نور کو تاریکی سے آمیز نہ کیا جائے ظلم کو عدل نہ کہا
جائے جھوٹ کو سچ، اور مکر و فریب، جعل و دغا و

ریاکاری کا نام سیاست کامیاب نہ رکھا جائے۔ قول و عمل میں فرق ختم کر دیا جائے۔ بلکہ عمل قول حسن تصدیق کرے اور علم جمیل فعل حسین کا پیش خیمہ ہو۔

وہ خوب جانتا تھا کہ قیمتی جواہرات اور سونے کے سکوں کو مقید کر لینے کا مقصد کیا ہوا کرتا ہے۔

لذائذ بدنی سے شغف وانہماک وعشق رکھنے والے کے اغراض ومقاصد کیا ہوا کرتے ہیں۔ طبقہ حکمران و اہل دول اپنے سیاہ جرائم کو سونے اور چاندی کی دیواروں میں کس طرح چھپا دیا کرتے ہیں۔

دولت و ثروت و شوکت و امارت و سطوت شخصی کیسی کیسی نااہلیوں کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اور زمانے کے غریب و مفلس اور بے سہارا لوگوں پر کیا کیا شدید و ناقابل برداشت مظالم روا رکھتی ہے۔

فرعون و نمرود و شداد و قارون کے واقعات و حالات سے کون ناواقف ہے۔ اور ان کے مسلک کو کون بہتر سمجھتا ہے۔

مگر افسوس! جب کوئی منصف مسلک فرعون و

مذہب کو دین شداد و طریقہ قارون پر تنقید کرتا ہے اور ان ظالمین کے خلاف آواز بلند کرتا ہے تو پہلے تو جواہرات اور سونے کے سکوں سے اس کا منہ بند کر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اکثر کم ظرف مبتلائے معصیت ہو جاتے ہیں۔ مگر جب کوئی عالی ظرف غیور اور انسانِ عظیم جس کا علم اس کے عمل کے مطابق ہو اور جس کا عمل اس کے علم کی تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر طرح طرح کے مصائب نازل کئے جاتے ہیں۔ اس کو سرکش۔ دیوانہ۔ اور مجنون کہا جاتا ہے اور اگر وہ اس پر بھی اشاعتِ حق اور سچ کہنے سے باز نہ آئے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

اُف! کبھی زہر کبھی تلوار کبھی قید خانہ کبھی جلا وطنی، اور نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے۔

مگر شجاع و بہادر وہی ہے جس کی رگِ گلو پر تلوار کی دھار رکھ دی جائے اور وہ اعلانِ حق سے نہ باز آئے یہی وہ انسان ہو سکتا ہے جس میں صفتِ عدالت کا وجود یقینی طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

علالت سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ موجودات کا صحیح مصرف جانتا ہو اور اس پر عامل بھی ورنہ جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ علم بغیر عمل کے بیکار ہے اور ضائع ہوتا ہے اور علم بھی اگر غلط طریقوں پر استعمال کیا جائے تو اس سے بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہو سکتا ہے۔ غالباً اسی لئے ارسطو نے ایسے علماء کو تخریب کائنات کا سبب بتایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ علم اگر کسی ایسے انسان تک پہنچ جاتا ہے جس کی روح خبائث و رذائل سے منزہ و پاکیزہ نہیں ہے تو وہ عالم میں فساد برپا کر دیتے ہیں اور فاسد خیالات کو متعدی امراض کی طرح پھیلا دیتے ہیں کہ ان کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ اور خود ان کے لئے بھی یہ علم کثافت طبع کے باعث مہلک و مضر رساں بن جاتا ہے کیونکہ علم غذائے روحانی ہے جس طرح جسمانی غذائیں حالت مرض میں بجائے سبب حیات بننے کے سبب مرگ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح بیمار روح کے لئے علم بھی تخریب و زوال و فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لئے عالم کے واسطے تزکیہ و تصفیہ نفس ضروری ہے

لابدی ہے۔

اور دولت و سرمایہ پرستی چونکہ طامع و حریص انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے لہذا صفتِ عدالت کا پیدا ہونا ایسے انسان میں ناممکن و محال ہے۔ اور جو غیر عادل ہو نہ وہ اصلاح کر سکتا ہے، نہ امن قائم کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کی ذات سے انسانیت کو کوئی بلند مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔

پھر ایسے انسان کو حکومت کرنے اور لوگوں پر آئین و قوانین نافذ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے نہ کہ قانون سازی اور ترمیم و اصلاح یہ سب چیزیں مخصوص ہیں انسانِ کامل کے لئے جسے کل موجودات کا علم ہو اور وہ اپنے ارادے سے ان کو استعمال کرتے ہوئے کمال تک پہنچائے۔ اس کا نفس برائیوں سے پاک ہو وہ جدھر رخ کرے حق اسی طرف ہو۔ حق اس کی ذات سے قائم ہو، اور وہ راہ حق کا سالک ہو۔ حق اس کے ساتھ ہو۔ اور وہ حق کے ساتھ۔ وہ اپنے قول و فعل سے باطل کا توڑنے والا۔ اور امن و سلامتی

کا ناشر و محافظ ہو۔!

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بربریہ
maablib.com

قبولِ علم

اس انسان نیک فطرت میں قبول علم و اثر پذیری کا مادہ اتنا زائد تھا کہ جس کا احاطہ و احصا مشکل ہے۔ صرف اس کے عمل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو اس کے علم کا آئینہ دار ہے اس نے جو کچھ رسول امین و حق و صداقت سے سنا۔ اس کو اپنے عملی نقشے میں بطریق کامل منطبق کر لیا تھا۔

MAAB 1431
maablib.com

اور اگر کوئی بڑی سے بڑی متشدد و جابر طاقت چاہتی تو اس کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے میں عاجز و قاصر تھی۔ اس لئے جو کچھ حاصل کیا اور سیکھا اس کو براہِ راست اپنے عمل سے اس طرح متعلق اور حیال کرلیا کہ دیکھنے والوں کو اس کی قوتِ ارادی و قوتِ عمل پر حیرت ہے۔

اگر اس الحاق علم و عمل و اشتراکِ اقوال و افعال والتزام گفتار و کردار پر اس کو ناز ہو تو بجا ہے۔ خود ہی اپنے اس اطمینان مطابقت علم و عمل کے باعث بعض مواقع پر یہ کہا ہے کہ:۔

لوگو!

میں آنحضرتؐ سے روزِ قیامت بہت قریب ہونگا۔ کیونکہ میں نے ان کو کہتے سنا ہے کہ تم میں سے قیامت کے دن مجھ سے وہ قریب تر ہوگا جو دنیا سے اسی حالت میں رخصت ہو جس حال میں اسے میں چھوڑ کر جاؤں۔

اور خدا کی قسم تم میں سے کوئی اپنی پہلی حالت پر

قایم نہیں ہے - اور بجز میرے تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ دنیا کی کوئی نئی اور غیر ضروری چیز نہ لپٹ گئی ہو - اور اس مردِ صدیق کی تصدیق خود شافعِ روزِ محشر نے ایک دن کی تھی جب کہ اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ :-

" تم میں سے کون مجھ سے اسی طرح قیامت میں آکر ملے گا جس حالت میں میں اسے چھوڑ کر جاؤں گا "

اس مجاہد کبیر نے نہایت لجاجت مگر جرأت کے ساتھ کہا تھا :-

" یا رسول اللہ میں "

اور آنحضرتؐ نے زبانِ وحی سے جواب میں فرمایا تھا :-

" صَدَقتَ یا اَبَا ذر "

اے ابو ذر تم سچ کہتے ہو!

" یعنی تم اسی حال پر قایم رہو گے جس حال پر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں "

زمانے میں انقلاب آئے اور ہر شے پلٹ گئی زہد کی

جگہ ریاکاری اور قناعت کی جگہ سرمایہ پرستی
سچ کی جگہ سیاست پر فریب و پر کذب نے لے لی۔
مگر یہ وہ مردِ آہنی تھا۔ جس نے احقاقِ حق میں
لشکر باطل سے کامیاب جنگ کی اور اپنی جراتِ
علمیہ و قوتِ عملیہ سے ہمیشہ مقابلہ کرتا رہا۔ یہی وجہ
ہے کہ باب مدینۃ العلم نے اکثر فرمایا ہے کہ:۔

"اب سوائے ابوذر کے دنیا میں کوئی نہیں رہا
جو خدا کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی طعن و تشنیع
سے خائف نہ ہو"

بے شک وہ نڈر اور بے خوف اور سچی زبان
والا۔ اعلانِ صداقت و حق سے کبھی نہیں رکا وہ کسی کی
دھمکیوں سے نہیں ڈرتا تھا۔ اس عقلمند کی عقل
خوف کو ایک مرضِ نفس تصور کرتی تھی اور وہ اس حقیقت
سے باخبر تھا کہ خوف میں مبتلا انسان تدبیر و تہذیبِ
امورِ معاش و معاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ خائف سے
نہ تو اصلاحِ نفس و تدبیرِ دنیا ممکن ہے اور نہ سعادتِ
ابدی کا حصول۔!

وہ عالم باعمل جو حقائق موجودات کا علم اپنے خلیل سے حسب استطاعت اکتساب کر چکا تھا۔ بھلا دنیا کا جبر و تشدد اس کو کب ڈرا سکتا تھا۔ اور جہلاؤ سرمایہ پرست اس کو مسلک علم و زہد سے کب منحرف کر سکتے تھے۔

تاریخیں شاہد ہیں حالات و واقعات گواہ ہیں کہ اس نے عفریت و اہرمن و بت نفس کے آگے کبھی سر خم نہیں کیا۔ اس کی سوکھی روٹیاں جو اس کی جائز محنت کی مزدوری کے بالعوض تھیں۔ ان دستر خوانوں سے جہاں انواع و اقسام کی ثقیل قیمتی غذائیں چنی ہوں اور کھانے والے کے جبڑے دکھ جائیں اور نیت نہ سیر ہو جب کہ اس کا ہر لقمہ خیانت و جہل و ظلم سے پر ہو۔ کہیں بہتر ہے۔

اس کا کھدر کا کہنہ لباس ان زرق برق پوشاکوں سے کہیں بہتر ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کا جزو لاینفک ہیں اور وہ اس لئے کہ ضرورت سے زائد کسی بھی شے کا استعمال ظلم ہے اور انسان اگر ظلم اختیار کرے تو وہ حیوانوں سے

بدتر ہے۔

اس کی مختصر اور صاف جھونپڑی ان عالیشان قصور اور سر بفلک محلات کہیں بہتر ہے جہاں دوشیزاؤں کی عصمت دری کی جاتی ہو، جہاں رقص و رباب و شراب و تمکنت دولت و خودنمائی سے گریبان انسانیت کی دھجیاں اڑائی جاتی ہوں۔

وہ انسان جو تہذیب اخلاق سے ناواقف ہو، جو خیر و شر میں کوئی امتیاز نہ رکھتا ہو، جو نیکی کی موجودگی میں بدی کو اختیار کرے، جو صاحب اختیار ہو کر ناجائز فائدہ اٹھائے۔ نہ انسان ہے نہ حیوان بلکہ وہ ارذل مخلوقات ہے۔ اسفل موجودات ہے اس کو اس انسان سے کوئی مناسبت نہیں جو اشرف مخلوقات و افضل موجودات ہوتا ہے۔

کاش! انسان اپنے بلند مراتب پر فائز ہو سکے
کاش! وہ غرض خلقت و مسائل زندگی پر غور کرے
کاش! وہ مقصد حیات کو سمجھ سکے۔ اور کاش!
یہ انسان جو مختلف علوم و فنون اور دماغی طاقتوں کے

ذریعے کائنات پر حکومت کر رہا ہے۔ جس نے فضاؤں کو مسخر کر لیا ہے۔ جس نے جمادات و معدنیات کو اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے جس نے نباتات و حیوانات کو اپنے استعمال کی ایک شئے اور تابع فرمان بنا لیا ہے۔ تسخیر جہان کے ساتھ ساتھ تسخیر نفس بھی کر لے۔ دوسروں پر حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے شریر اور سرکش دل اور خیالات پر بھی حکومت کرے ہم یہ کیسے نہ مانیں کہ سورج کی شعاعوں، ریت کے ذرّوں، پانی کی موجوں اور ہوا کے جھونکوں بلکہ عناصر اور ہر مرکب موجود کو اپنے واسطے قابل استعمال بنا چکا ہے اور جو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے کائنات کے ذرّے ذرّے کو استعمال کرنے میں کامیابی کے ساتھ کوشاں و منہمک نظر آتا ہے۔

خود اپنی اور اپنے اغراض و مقاصد کی اصلاح پر قادر نہیں ہے۔ مگر افسوس صد ہزار بار افسوس اور انتہائی نفرت و حقارت کے ساتھ صد ہزار لعنت اس انسان پر جو باوجود اختیار کے نیکی کو عادی

انانیت اور اصلاح و تہذیب نفس کو نہیں قبول کرتا
جو حصولِ دنیا و لذات بدنی میں مشغول و منہمک و مصروف
ہے۔ درآنحالیکہ تغیر کی طبعی و فطری کروٹیں اپنے مستحکم
قانون کے ساتھ ان سب کو ہلاکت و فنا کی طرف
لے جانے والی ہیں۔

ناروا مقاصد کے لئے اہل عالم کو استعمال کیا
جا رہا ہے۔ اور میری نظر میں دونوں مجرم ہیں۔ ناجائز
کام کے لئے استعمال کرنے والا بھی اور ارادہ و قوت
کے ساتھ استعمال ہونے والا بھی۔

اس لئے کہ جس طرح کسی کو نقصان پہنچانا گناہ
عظیم و جرم کبیر ہے اسی طرح خود اپنے آپ کو ہلاکت
میں ڈالنا بھی ناقابلِ معافی جرم ہے۔

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکتہ

کی سچی آواز فضائے کائنات میں گونج رہی ہے اور غالباً
اسی روشنی میں اس مردِ عظیم نے کسی سوال کرنے والے
کے جواب میں کہا تھا:۔

سائل:۔ "مجھے اچھی نصیحت کرو"۔

ابوذر! "کبھی اپنے دوست کیساتھ برائی نہ کرنا"
سائل! "ایسا کون ہوگا جو اپنے دوست کے ساتھ بدی کرے"
ابوذر! "ایک تو تم ہی ہو تو تمہاری جان تمہارے لئے سب سے زائد محبوب ہے۔ مگر خدا کی نافرمانی سے تم اس کو نقصان پہنچاتے ہو"۔

آپ نے کبھی خطبے میں یوں خطاب کیا ہے۔

"اے علم کے طلب کرنے والو! کوئی موجود دو حال سے خالی نہیں یا وہ نفع بخش ہے۔ یا مضرت رساں۔ تمہیں چاہیئے کہ تم صرف اس شئے کو حاصل کرو جس میں خیر و فلاح ہو۔ تم دولت و ثروت کے چکر میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ یہ ساری زیبائش و آرائش اس وقت تک ہے جب تک تمہاری ظاہری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور باطنی آنکھیں بند ہیں۔ جب بھی ہم ان سے جدا ہوگئے تو ایسا معلوم ہوگا کہ رات کو ایک مہمان کی طرح مسافر خانے میں چند ساعت آرام کیا تھا موت زندگی سے اتنی ہی قریب ہے

جتنی کہ نیند سے بیداری۔ اے طالبانِ علم اپنے اعمالِ صالحہ
مرنے سے پہلے اس روز کے لیے بھیجدو جس روز تم تنہا
ہو گے۔ اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہ ہو گا۔ آج جو
جی میں آئے کرو جب تم پیش خدا حساب کتاب کے لئے کھڑے
ہو گے۔ اس روز تمہیں اپنے ظلم و اعمالِ خبیثہ کا بدلہ ملیگا۔

اس خطبے میں بجائے جہلا کے علماء کو خطاب کیا
گیا ہے۔ غالباً اس کا سبب وہ نصائح ہیں جو تاجدارِ
انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ابوذر کو تعلیم
کی ہیں۔ اگرچہ ان کی تعلیم سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ تاہم
ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ "اے ابوذر! سب سے زبوں حال قیامت
میں اس عالم کا ہو گا جس کے علم سے لوگوں کو
فائدہ نہ پہنچا ہو۔ جس نے اکتسابِ علم اس لئے
کیا ہو کہ لوگوں کو اللہ سے برگشتہ کر دے
ایسے لوگ جنت کی بو تک نہ سونگھیں گے۔"

۲۔ اے ابوذر! جس کا قول و فعل ایک ہو اس نے
اپنا حصۂ آخرت پالیا۔ اور جس کا علم و عمل

ایک نہ ہوگا۔ اس کا نفس ہمیشہ جھڑکا جائیگا"۔

۳۔ "اے ابوذر! جنت والوں کا ایک گروہ دوزخ والوں کی طرف سے گزرے گا اور پوچھے گا کہ تم کو کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا حالانکہ ہم جنت میں تمہارے ہی ادب سکھائے اور تعلیم دینے سے آئے ہیں۔ وہ کہیں گے ہم تم کو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر خود نہیں کرتے تھے"۔

۴۔ "اے ابوذر! اس شخص کی مثال جو بغیر عمل کے دعا کرے ایسی ہے جیسے کوئی بے کمان کے تیر چھوڑے"۔

دوسرا حصہ

"ابوذر غفاری کا پیش کردہ اسلامی نظامِ معیشت" جس میں موجودہ دور کے تمام اقتصادی مشکلات کا حل موجود ہے۔ عنقریب ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

maablib.com